تبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

اے بے خبر بہ خدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

مارچ ۱۹۶۴ء

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

قیمت فی پرچہ ۶۲ پیسے

سالانہ چندہ چھ روپے

الفرقان کا "قمر الانبیاء نمبر"

آئندہ شمارہ (اپریل ۶۴ء) انشاءاللہ تعالیٰ ایک خاص نمبر ہوگا جس میں سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات و خدمات کا تذکرہ ہوگا۔ آپ کے بارے میں تاثرات کا اندراج ہوگا۔ قمرالانبیاء نمبر الفرقان کا ایک بہترین نمبر ہوگا۔ متعدد مضامین آچکے ہیں۔ اور بعض نہائت قیمتی مضمون موصول ہونے کی پوری توقع ہے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی نفاست پسند طبیعت کی مناسبت سے آئندہ شمارہ کا کاغذ سفید ہوگا کتابت و طباعت بھی بہترین ہوگی۔ خاص نمبر کا حجم ۸۰ صفحات ہوگا۔ متعدد فوٹوز بھی شامل اشاعت ہو رہے ہیں۔ نادر خطوط بھی شائع کئے جائیں گے۔ اس نمبر کی خصوصیات کے پیش نظر غیر خریدار حضرات کو ابھی سے خریدار بنکر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ خریداروں کو یہ خاص نمبر ان کے سالانہ چندہ چھ روپے میں ہی ملے گا البتہ اس خاص نمبر کی علیحدہ قیمت علاوہ محصولڈاک ڈیڑھ روپیہ ہوگی۔

مقالات و تاثرات بھجوانے کے لئے آخری تاریخ ۲۰ مارچ مقرر ہے۔ رسالہ انشاءاللہ العزیز ۱۰ اپریل کو شائع ہوجائیگا۔

خاکسار
ابوالعطاء جالندھری
ایڈیٹر "الفرقان"

ربوہ
۸ مارچ ۱۹۶۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

مارچ ۱۹۶۴ء سنہ ۶

ایڈیٹر:- ابوالعطاء جالندھری

مینیجر:- عطاء المجیب راشد

سالانہ بدل اشتراک

پاکستان، بھارت .... چھ روپے

دیگر ممالک .... تیرہ شلنگ

فی پرچہ .... دس آنے

تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ

بدل اشتراک بنام مینیجر پیشگی آنا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۴ شمارہ ۳ | الفرقان ربوہ — مارچ ۱۹۶۴ء | شوال، ذوالقعدہ ۱۳۸۳ ہجری قمری — امان ۱۳۴۳ ہجری شمسی

فہرست مضامین

"اہل الذکر" سے کون مراد ہیں؟

آیتِ قرآنی کے متعلق ایک عیسائی کے سوال کا جواب

مسٹر حبیب مسیح انچارج امریکن مشن ریڈنگ روم سرگودھا نے چند سوال بغرض جواب بھجوائے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ عیسائی صاحبان قرآن مجید پر کچھ کچھ غور کرنے لگے ہیں۔ اے کاش یہ غور حقیقت کی تلاش کیلئے ہو محض پُرانے معاند پادریوں کی کاسہ لیسی نہ ہو جن کا کام اعتراض برائے اعتراض ہوتا تھا۔

مسٹر حبیب مسیح لکھتے ہیں کہ آیت قرآنی وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون میں اہل الذکر سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں" اسلئے ثابت ہوا کہ "بائیبل مقدس قرآنی شہادت کے رُو سے محفوظ ہے۔ اِس کا جواب دیویں اور یہ بھی لکھیں کہ اہلِ ذکر سے یہود و نصاریٰ مراد نہیں تو اور کون ہیں؟"

جواباً گزارش ہے کہ قرآن مجید میں یہ آیت دو جگہ یعنی سورۃ النحل اور سورۃ الانبیاء میں وارد ہوئی ہے سورۃ النحل میں فرمایا: وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ○ بالبیّنات والزبر و انزلنا الیك الذکر لتبیّن للناس ما نزل الیھم ولعلّھم یتفکّرون ○ (آیت ۴۳، ۴۴)

ترجمہ۔ ہم نے تجھ سے پہلے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا ہم ان پر وحی نازل کرتے تھے اے لوگو! اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہل الذکر سے دریافت کر لو۔ ہم نے ان کو بیّنات اور واضح صحیفے دیئے تھے۔ اور اب اے نبی! تجھ پر ہم نے الذّکر نازل کیا ہے تا تُو تمام لوگوں کے لئے وہ تعلیم کھول کر بیان کر دے جو اُن کی طرف نازل کی گئی تھی تا وہ غور و فکر سے کام لیں۔"

سورۃ الانبیاء میں آیا ہے: وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ○ وما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ○ (آیت ۸،۷)

ترجمہ۔ ہم نے تجھ سے پہلے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے اے لوگو! اگر تم یہ نہ جانتے ہو تو اہل الذکر سے دریافت کر لو ہم نے ان نبیوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں نیز وہ لمبے عرصہ تک ایک حالت پر رہنے والے بھی نہ تھے۔"

اِن دونوں آیات میں یہ حقیقت مبرہن کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنیوالے سب رسول بھی انسان تھے خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ وہ زندگی میں کھانا کھاتے تھے اور آخر سب فوت ہو گئے۔ قرآن مجید نے یہ استقراء تام پیش کر کے ان یہود و نصاریٰ کو ملزم ٹھہرایا ہے۔ جو مسیح یا عزیرؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ قرآنی آیات میں یہ بھی تصریح ہے کہ اِس حقیقتِ ثابتہ کو سب اہل الذکر تسلیم کرتے ہیں جن لوگوں کو

اس کا علم نہ ہو وہ ان اہل الذکر سے دریافت کر سکتے ہیں ۔

سورۃ النحل کی آیت میں ساتھ ہی فرمایا ہے وانزلنا الیک الذکر کہ اے نبی! تجھ پر ہم نے الذکر نازل کیا ہے تا تُو ان نام نہاد اہل کتاب کو بھی جو اپنے بعض پیشواؤں کو الوہیت کے مقام پر بٹھا رہے ہیں یہ حقیقت کھول کر بتلا دے کہ سب رسول انسان تھے خود خدا نہ تھے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی وہ خود وحی نہ کرتے تھے ۔

ظاہر ہے کہ آیت زیر نظر سے ہرگز مترشح نہیں ہوتا کہ "بائیبل مقدس" محفوظ ہے ۔ اس جگہ اس مضمون کی طرف اشارہ تک نہیں ہے تعجب ہے کہ عیسائی لوگ جن کی براہ راست تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ مسیح کو "رَجُلٌ یُوحَی اِلَیہِ" کی بجائے "اِلٰہٌ یُوحِی اِلَی النَّاسِ" مانتے تھے وہ زیر الزام آنے کی بجائے از راہِ تحکم خود اہل الذکر بن رہے ہیں۔ اگر انہیں اہل الذکر بننے کا شوق ہے تو از روئے آیت کریمہ انہیں حضرت مسیح کی الوہیت سے دست بردار ہو کر انہیں صرف بشر رسول ماننا پڑے گا ۔

اہل الذکر کی تعیین سے پہلے یہ معین ہونا

چاہیئے کہ قرآن مجید نے الذکر کسے قرار دیا ہے؟ چند آیات یہ ہیں :-

(۱) وانزلنا الیک الذکر (النحل ۴۴) اے محمدؐ ہم نے تجھ پر الذکر نازل کیا ہے ۔

(۲) والقرآن ذی الذکر (صٓ) قرآن الذکر پر مشتمل ہے

(۳) ان ھو الا ذکر للعالمین (یوسف ۱۰۴) یہ قرآن ساری دنیا اور سب زمانوں کے لئے ذکر ہے ۔

(۴) وقالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون (الحجر ۷) منکروں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر الذکر نازل کیا گیا ہے تو مجنون ہے

(۵) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الحجر ۹) ہم نے ہی الذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں ۔

ان آیات کی روشنی میں قرآن مجید کا الذکر ہونا متعین ہو جاتا ہے پس اہل الذکر قرآن مجید کے ماننے والے اور اسکے متبعین ہیں ۔ دوسری قوموں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم کو علم نہ ہو کہ ہمیشہ بشر رسول آتے رہے ہیں تو قرآن پاک کے ماننے والوں سے پوچھ لو پس جب الذکر کا لفظ خاص طور پر قرآن مجید پر استعمال ہوا ہے تورات یا انجیل کیلئے اس طرح یہ لفظ وارد نہیں ہوا تو مسٹر حبیب مسیح کا استدلال خود بخود رد ہو جاتا ہے ۔ ہاں اگر "ذکر" کے عمومی معنے لئے جاویں تو اس جگہ بطور توسع ان اہل کتاب قوموں کو شامل کیا جا سکے گا جو اس حقیقت کا اعتراف کرتی ہیں کہ ابتداء سے بشر رسول ہی آتے رہے ہیں۔ اندریں صورت بھی مشرک نصاریٰ اس میں داخل نہیں ہوں گے ۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ آیت میں دونوں جگہ "ان کنتم لا تعلمون" کی شرط مذکور ہے ۔ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ماننے والوں کے متعلق فرماتا ہے قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف: ۱۰۸) اے نبی! تو اعلان کر دے کہ لوگو! میرا اور میرے متبعین کا یہ طریق ہے کہ ہم دنیا کے لوگوں کو **علیٰ وجہ البصیرت** دعوت الی اللہ دیتے ہیں ۔ پس آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ مسلمانوں کو دوسروں سے پوچھنے کا حکم نہیں بلکہ دوسرے لا یعلمون لوگوں کو مسلمانوں سے دریافت کرنے کا حکم ہے ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

ایک علمی تحقیق

حدیث "لو عاش لکان صدیقاً نبیاً" صحیح حدیث ہے

مسئلہ ختم نبوت کی تشریح میں جماعت احمدیہ اور ملا علی القاری کا موقف

مودودی رسالہ ترجمان القرآن کے اعتراضات کا جواب

قاضی کوکب صاحب کا بے بنیاد اعتراض

مودودی صاحب کے رسالہ ترجمان القرآن (جنوری ۱۹۶۴ء) میں قاضی عبد النبی صاحب کوکب کا ایک مضمون زیر عنوان "قادیانیوں کے بعض دلائل کا علمی جائزہ" شائع ہوا ہے جس میں حدیث نبوی لو عاش لکان صدیقاً نبیاً اور حضرت امام ملا علی القاری کے بیان پر جرح کی گئی ہے۔

محترم قاضی کوکب صاحب اپنے مضمون کی بنیاد ان الفاظ سے شروع فرماتے ہیں کہ:-

"جب انہیں (احمدیوں کو) انکار ختم نبوت (؟) کی گنجائش پیدا کرنے کے لئے آیات قرآنی تو درکنار احادیث و آثار کے ذخیرے سے بھی کوئی واضح اور مستند چیز ہاتھ نہیں آتی تو غیر مستند آثار اور مجروح الاسناد روایات ہی سے استدلال کے لئے کوئی سہارا ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ حدیث و روایت کے نام سے بھی کچھ نہ کچھ تو پیش کیا ہی جائے چنانچہ اس سلسلے میں یہ لوگ عموماً وہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم حضورؐ کے فرزند کے متعلق یہ الفاظ ملتے ہیں لو عاش لکان صدیقاً نبیاً۔" (ص۳۱)

جماعت احمدیہ ختم نبوت کی اقراری ہے

افسوس کہ قاضی کوکب صاحب نے اپنی عمارت کی "خشت اول" ہی ٹیڑھی رکھی ہے ظاہر ہے کہ اب سوائے ع تا ثریا مے رود دیوار کج کے اور کیا نتیجہ نکل سکتا تھا۔ جناب کوکب صاحب! احمدیوں کا تو قول یہ ہے کہ:

(الف) "ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔" (کتاب البریہ حاشیہ ص۸۳)

(ب) "ہم جس قوت، یقین و معرفت اور بصیرت

کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ (معاندین احمدیت) نہیں مانتے۔"

(اخبار الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

(ج) "میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(رسالہ تقریر واجب الاعلان ص۸)

(د) "خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔"

(چشمہ معرفت ص۳۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

اندریں حالات کوکب صاحب کا یہ کتنا بڑا اندھیر ہے کہ وہ احمدیوں کو ختم نبوت کا انکار کرنے والے قرار دے رہے ہیں۔ باقی رہا مسیح موعود کے امتی نبی ہونے کا عقیدہ۔ تو یہ امت کا ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ آنے والے مسیح موعود کو سب نے نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اس کا انکار کرنے والے کو کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ (حجج الکرامہ)

جماعت احمدیہ کے استدلال کی بنیاد قرآن مجید ہے

امتی نبوت کے جاری ہونے پر جماعت احمدیہ نے ہمیشہ آیات صریحہ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی رکھی جا سکتی ہے۔ گزشتہ دنوں جناب مودودی صاحب نے ایک کتابچہ "ختم نبوت" کے عنوان سے شائع کیا تھا جس کے جواب میں خاکسار نے کتاب "القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین" شائع کی۔ اس کے ص۲۹ تا ص۶۳ پر فصل سوم میں دس آیات قرآنیہ سے امتی نبوت کا امکان ثابت کیا گیا ہے۔ جن کے جواب سے مودودی صاحب عاجز آچکے ہیں۔ پس کوکب صاحب کی یہ دوسری ظلمت فشانی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ احمدی اپنے عقیدہ پر آیات قرآنیہ پیش نہیں کرتے۔ آیات کے علاوہ ہم احادیث نبویہ بھی پیش کرتے ہیں۔ ہاں قاضی کوکب صاحب کی یہ بات ضرور درست ہے کہ ہم حدیث نبوی لو عاش لکان صدیقاً نبیاً سے بھی امتی نبوت پر استدلال کرتے ہیں اور اسے صحیح حدیث نبوی یقین کرتے ہیں۔

حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً پر کوکب صاحب کا اعتراض

جناب کوکب صاحب نے سوال اٹھایا ہے کہ "کیا ان الفاظ (لو عاش لکان صدیقاً نبیاً) کا حدیث ہونا بھی ثابت ہے اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایت سند صحیح کے ساتھ حضور تک پہنچتی ہے؟" (ص۳۲) پھر اسکے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ اس حدیث کے ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے (جناب کوکب صاحب نے اس جگہ قسطلانی، امام ترمذی، امام احمد، یحیی، نووی، اور ابو داؤد وغیرہم کے اقوال دربارہ ابو شیبہ نقل کئے ہیں) اسلئے حیرت ہے کہ ان

ائمہ کی تصریحات کے باوجود راویٔ مذکور کی روایت کو بنائے استدلال بنایا جاتا ہے۔" (ص ۳۵)

حدیث کے راوی ابوشیبہ کو ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے

جناب کوکب صاحب کی "حیرت" کے ازالہ کے لئے گذارش ہے کہ اوّل تو جس طرح بعض ائمہ جرح و تعدیل نے راوی حدیث ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی کو ضعیف قرار دیا ہے اسی طرح بعض ناقدین ائمہ کے نزدیک وہ قابل تعریف اور ثقہ راوی ہے لکھا ہے: قال یزید بن ھارون ما قضی علی الناس رجل اعدل فی القضاء منه وقال ابن عدی له احادیث صالحة وھو خیر من ابی حیة (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۵ نیز الاکمال فی اسماء الرجال حاشیہ ص ۲) کہ ابن ہارون کا قول ہے کہ ابراہیم بن عثمان (راوی حدیث زیر بحث) سے بڑھ کر کسی نے قضاء میں عدل نہیں کیا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی احادیث اچھی ہیں۔ وہ ابوحیة سے بہتر راوی ہے۔

پھر ابوحیۃ کے متعلق لکھا ہے "وثّقه الدارقطنی وقال النسائی ثقة (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۱۳) کہ امام دارقطنی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور امام نسائی بھی اسے ثقہ کہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا فیصلہ

اب سوال یہ رہ گیا کہ آیا اگر کسی ایک راوی کو بعض ائمہ ضعیف قرار دیں جبکہ بعض دوسرے اسے ثقہ بھی ٹھہرائیں تو کیا ایسے ایک راوی کی وجہ سے حدیث کو غیر صحیح اور مردود ٹھہرا کر اسے بنائے استدلال نہ بنایا جائے حالانکہ حدیث زیر بحث صحاح ستہ کی کتاب ابن ماجہ میں مروی ہے اور دیگر احادیث سے اس کی تقویت بھی ثابت ہے؟ اسکے جواب کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند کے کلمات ذیل قابل توجہ ہیں تحریر فرماتے ہیں:-

(الف) "یہ بھی روشن ہوگا کہ روایت کا ثبوت اور اسکی قوت کچھ اسی میں منحصر نہیں کہ اسکی سند ہی اچھی ہو اگر کوئی آیت یا روایت صحیحہ اسکی مصدق ہو تو یہ تصدیق آیت و روایت کافی ہے" (آب حیات ص ۱۲۶ مطبع مجتبائی مطبوعہ ۱۲۹۸ ہجری)

(ب) "جس خبر کے مصدق عقل یا نقل ہو اس کو صادق ہی سمجھنا چاہئے اگرچہ اسکے راوی ضعیف ہی کیوں نہ ہوں" (آب حیات ص ۴۷)

پس جناب کوکب کا حدیث نبوی لو عاش لکان صدیقاً نبیاً سے اسلئے اعتراض کرنا کہ بعض ائمہ نے اسکے ایک راوی کو ضعیف قرار دیا ہے محض تعلّل کا بہانہ ہے۔ اہلِ علم اصحاب فن کا یہ طریق ہرگز نہیں۔

حدیث کے صحیح ہونے پر فحول علماء کی شہادت

دوم:- دوسری گزارش یہ ہے کہ حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کی صحت کا بہت سے فحول ائمہ حدیث نے اقرار فرمایا ہے۔ حضرت امام ملا علی القاری کے متعلق تو خود کوکب صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ "انہوں نے اس روایت کو صحیح مانا ہے" (ترجمان القرآن ص ۲) پھر البیضاوی کے حاشیہ الشہاب علی البیضاوی میں واضح طور پر درج ہے "واما صحة الحدیث فلا شبھة فیھا" کہ جہاں تک حدیث کے صحیح ہونے کا سوال ہے تو یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (جلد ۷ ص ۱۷۵) پس راوی ابراہیم بن عثمان

کے بارے میں بعض لوگوں کے اعتراض ضعف کی وجہ سے حدیث نبوی کی صحت میں کسی شبہ کی گنجائش پیدا نہیں ہو جاتی ۔

حدیث زیر بحث متعدد طریقوں سے مروی ہونے کے باعث یا قوی ہے

سوم: تیسری گزارش یہ ہے کہ ابن ماجہ کی اس حدیث کی تائید دوسری تین روایات سے بھی ہوتی ہے جو مختلف طرق سے مروی ہیں۔ حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں "وبین الحافظ السیوطی انہ صح عن انس انہ سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابنہ ابراہیم قال لا ادری رحمۃ اللہ علی ابراہیم لو عاش لکان صدیقاً نبیاً" ۔ کہ امام سیوطی بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صاحبزادے ابراہیمؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ابراہیم پر ہو اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا ۔" (الفتاوی الحدیثیہ مصنفہ ابن حجر الہیثمی صفحہ ۱۵۰ مصری) نیز امام السیوطی فرماتے ہیں "رواہ ابن عساکر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (الفتاوی الحدیثیہ صفحہ ۱۵۰) اس حدیث کو حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ پھر علامہ قسطلانی کہتے ہیں "وقد روی من حدیث انس بن مالک قال لو بقی ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکان نبیاً" ۔ کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے ۔ (المواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۳) علاوہ ازیں تاریخ ابن عساکر میں لکھا ہے "روی البیہقی بسندہ الی ابن عباس انہ لما مات ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان لہ مرضعاً فی الجنۃ تتم رضاعتہ ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً" ۔ کہ امام بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جنت میں اس کیلئے دایہ مقرر ہے جو اس کی رضاعت کی تکمیل کریگی ۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہو جاتا" (تاریخ ابن عساکر جلد ا صفحہ ۲۹۵)

امام ملا علی القاری اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کا اعتراف

ان دوسری روایات سے ابن ماجہ کی روایت زیر بحث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کی زبردست تائید ہوتی ہے اسی لئے حضرت ملا علی القاری تحریر فرماتے ہیں "لہ طرق ثلاث یقوی بعضہا بعض" ۔ کہ یہ حدیث تین طریقوں سے مروی ہے جن کے باعث یہ حدیث نہ صرف صحیح قرار پاتی ہے بلکہ قوی قرار پاتی ہے (موضوعات کبیر صفحہ ۶۹) اس موقعہ پر ہم جناب کوکب صاحب اور ان کے ساتھیوں کے سامنے حضرت مولانا نانوتوی کا ایک وزنی قول بھی پیش کرتے ہیں۔ آب حیات النبیؐ کے سلسلہ میں بعض روایات کے ذکر پر تحریر فرماتے ہیں:-

"ان روایات میں بعض روایات کا باعتبار سند کے چنداں قوی نہ ہونا چنداں مضر نہیں۔ چند ضعیف باہم ملکر اسی طرح قوی ہو جاتی ہیں جیسے بہت سے احاد ملکر متواتر بن جاتے ہیں ۔" (آب حیات صفحہ ۴۹)

پس یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً ایک صحیح حدیث نبوی ہے بلکہ اپنے متعدد طرق کے باعث قوی حدیث ہے ۔

صحیح حدیث کے متعلق حضرت حکم عدل کا فیصلہ

آگے چلنے سے پیشتر یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ کبھی کبھی

احادیث کی صحت مکاشفہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

"آپ نے فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور حدیث مذکور کی صحت اسکے مکاشفہ سے معلوم ہوئی۔" (آب حیات ص۴۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حکم عدل کا ارشاد حدیث زیر غور کے سلسلہ میں حسب ذیل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خورد سالی میں یعنی سولہویں مہینے میں فوت ہو گئے تھے اسکی صفائی استعداد کی تعریفیں اور اسکی صدیقانہ فطرت کی صفت وثناء احادیث کے رو سے ثابت ہے۔" (اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

پس صحابہ کرام اور بزرگان سلف کے اقوال اور حضرت حکم عدل علیہ السلام کے فیصلہ سے قطعی طور پر طے ہو گیا کہ حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً صحیح حدیث ہے اسکی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ اہل علم محققین بھی اسے صحیح یقین کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ بھی اسے صحیح مانتی ہے

حدیث پر اعتراض محض معنے نہ سمجھنے کے باعث ہے

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام نووی ایسے بعض بزرگوں نے حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً پر کلام کیا ہے مگر دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو اس حدیث کے سمجھنے میں دقت پیش آئی تھی۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں " وھو عجیب من النووی مع ورودہ عن ثلاثۃ من الصحابۃ وکأنہ لم یظھر لہ تأویلہ کہ ایسی حدیث پر جو تین صحابیوں سے مروی ہے امام نووی کا اعتراض عجیب ہے۔ بات یہ ہے کہ ان پر اس حدیث کا صحیح مفہوم واضح نہیں ہوا۔" (الفوائد المجموعۃ ص۱۴۴) اس جگہ امام علی القاری کے الفاظ کتنے پیارے ہیں۔ فرماتے ہیں: و اذا اخبر الصادق وثبت عنہ النقل الموافق فلا کلام فیہ مما ینافیہ کہ جب نبی صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے اور صحیح نقل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے تو توپھر اس کے مخالف اور منافی کلام کا کوئی مطلب نہیں ہے۔" (موضوعات کبیر ص۶۹) پس اہل تحقیق کے نزدیک لو عاش لکان صدیقاً نبیاً یقینی طور پر درست حدیث ہے اور اگر کسی نے اس کے معنے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے تو اس سے حدیث کی ثقاہت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً سے ہمارا استدلال

ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حدیث نبوی لو عاش لکان صدیقاً نبیاً ایک صحیح حدیث ہے۔ تاریخی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ صاحبزادہ ابراہیمؓ کی ولادت اور وفات آیت خاتم النبیین کے نازل ہونے کے قریباً پانچ برس بعد ہوئی تھی۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر سرور کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے یہ معنے سمجھتے کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا تو صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات پر ہرگز یہ نہ فرماتے۔ لو عاش لکان صدیقاً نبیاً۔ کہ اگر یہ بچہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ بلکہ اسکے برعکس یوں فرماتے کہ چونکہ میں خاتم النبیین ہوں اسلئے اگر ابراہیم زندہ بھی رہتے تب بھی نبی نہ ہو سکتے حضورؐ کا ابراہیمؓ کی وفات پر یہ ارشاد صاف دلالت کرتا ہے کہ اگرچہ بوجہ وفات صاحبزادہ ابراہیمؓ نبی نہیں بن سکے مگر امتی نبوت پانے میں آیت خاتم النبیین

روک نہیں ہے۔ **مثال** یوں سمجھئے کہ کالج کا کوئی ہونہار طالب علم فوت ہو جاتا ہے۔ پرنسپل کہتا ہے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور ایم۔اے ہو جاتا۔ پرنسپل کا یہ قول اس بات پر **نصِ قاطع** ہے کہ فی الجملہ ایم۔اے ہونا ممکن ہے۔ اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لو عاش لکان صدیقاً نبیاً اس بات پر **قطعی دلیل** ہے کہ فی الجملہ اُمت میں نبی بننا ممکن ہے۔ پس یہ حدیث نبوی امکانِ نبوت پر ایک واضح برہان ہے۔!

خاتم النبیّین کے معنے اور حضرت ملّا علی القاریؒ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام علی القاری نے بڑی صراحت سے حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کو صحیح اور قوی حدیث قرار دیا ہے۔ جماعت احمدیہ اپنے موقف کی حمایت میں امام ملا علی القاری کے قول کو بھی بطور تائیدی دلیل پیش کرتی ہے۔ اس پر جناب قاضی کوکب صاحب فرماتے ہیں :۔

(۱) "**ملا علی قاری بھی خاتم النبیّین کا وہی مفہوم سمجھتے ہیں جو باقی تمام اُمت** نے سمجھا ہے۔" (ترجمان القرآن ص۳۹)

(۲) "دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک ملا علی قاری اس روایت کے حق میں رائے دیتے ہیں اور کوئی شخص اُن کی اس رائے کو باقی تمام ائمہ حدیث کے فیصلے (؟) پر ترجیح دینا چاہتا ہے تو کم از کم اسے **اس روایت کا وہ مطلب اور منشاء بھی پیش نظر رکھنا چاہئیے جو** ملا علی قاری نے اس روایت کی تشریح میں بیان کیا ہے۔" (ص۴۱)

جناب کوکب صاحب کے ان ارشادات کی تعمیل میں ہم پہلے خاتم النبیّین کا وہ مفہوم ذکر کرتے ہیں جو جناب ملا علی القاری نے سمجھا تھا۔ آپ صریح اور واضح الفاظ میں خاتم النبیّین کے معنے یوں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اذ المعنی انہ لا یأتی نبیٌّ بعدہ ینسخ ملّتہ ولم یکن من امّتہ۔"

(موضوعاتِ کبیر ص۶۹)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کے دین کو منسوخ کرنے والا ہو اور آپؐ کا اُمتی نہ ہو۔" کوکب صاحب فرماتے ہیں کہ خاتم النبیّین کا جو مفہوم ملا علی قاری نے سمجھا وہ وہی تھا جو "**تمام اُمت سمجھتی رہی ہے**۔" پس متعیّن ہو گیا کہ خاتم النبیّین کے ان معنوں پر اُمت کا **اجماع** ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ناسخ شریعت محمدیہ اور غیر اُمتی نبی نہیں آ سکتا۔ ان معنوں سے جماعت احمدیہ کو بھی پورا اتفاق ہے۔ ہمارے نزدیک صرف اُمتی اور تابع شریعت محمدیہ نبی آ سکتا ہے ناسخ شریعت اور غیر اُمتی نبی ہرگز نہیں آ سکتا۔

حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کا "مطلب اور منشاء"

جناب کوکب صاحب نے "**دوسری بات**" یہ فرمائی ہے کہ یہ بھی تو دیکھو کہ امام ملا علی القاری نے اس روایت کا "مطلب اور منشاء" کیا بیان کیا ہے؟ کوکب صاحب کی یہ بات بڑی معقول ہے۔ آئیے اس بارے میں بھی امام ملا علی القاری کی

عبارت پڑھیے۔ امام موصوف سندِ حدیث پر بحث کرتے ہوئے اسے **قوی حدیث** قرار دیکر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ومع ھذا لو عاش ابراھیم وصار نبیاً وکذا لوصار عمر نبیاً لکانا من اتباعہ علیہ السلام کعیسیٰ والخضر والیاس علیہم السلام فلا ینا قض قولہ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یأتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ ویقویہ حدیث لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی۔" (موضوعاتِ کبیر ص ۶۹)

ترجمہ:۔ بایں ہمہ یہ بات بھی ہے کہ اگر ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی بن جاتے نیز حضرت عمرؓ بھی نبی ہو جاتے تو وہ دونوں بھی حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **تابع نبیوں** میں سے ہوتے۔ پس حدیث (لو عاش لکان صدیقاً نبیاً) اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے ہرگز مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو آپؐ کے دین کو **منسوخ** کرے اور آپؐ کا اُمّتی نہ ہو۔ اِس مفہوم کی تقویت اِس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔"

حضرت امام علی القاری کا ارشاد نہایت واضح ہے انہوں نے غیر مبہم الفاظ میں حدیث نبوی لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کا یہ **مطلب** اور **منشاء** بیان فرمایا ہے کہ صاحبزادہ ابراہیمؓ زندہ رہتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے **اُمّتی نبی** ہوتے کیونکہ **آیت خاتم النبیین اُمّتی نبی کے راستے میں قطعاً روک نہیں ہے۔** حضرت عمرؓ بھی مشیّتِ ایزدی سے اگر نبی ہوتے تو اُمّتی نبی ہوتے۔ حضرت امام موصوف نے حضرت مسیحؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاس علیہم السلام کی مثال دیکر بھی یہ واضح فرمایا کہ آنحضرتؐ کے **تابع نبیوں** کے وجود کو محال نہیں سمجھا گیا۔ پھر حدیث لو کان موسیٰ حیاً کو پیش کر کے مزید صراحت فرما دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بلند و بالا مرتبہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو وہ آپؐ کے تابع نبی ہوتے۔ پس یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ امام علی القاری حدیث زیر بحث سے **اُمّتی نبی** کا **امکان** مانتے تھے۔

پھر آپ نے ایک دوسری جگہ بھی حدیث لو کان موسیٰ حیاً کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اقول لا منافاۃ بین ان یکون نبیاً وان یکون تابعاً لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی منافاۃ اور تناقض نہیں کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع بھی ہو۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۵۶۴)

اب یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً سے اُمّتی نبی کا امکان تسلیم فرمایا ہے۔ انہوں نے اِس حدیث کا یہی مطلب اور منشاء سمجھا ہے اور یہی ہمارا موقف و

مسلک ہے۔

قاضی کوکب صاحب کے اشکال کا حل

جناب کوکب صاحب نے موضوعاتِ کبیر کی عبارت

"ویشیر الیہ قولہ تعالیٰ ..... وصار نبیًّا لزمان لا یکون نبیّنا خاتم النبیّین"

پیش کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"ملّا علی قاری کی عبارتِ بالا کے مطابق یہ روایت بھی ختمِ نبوت کے اسی اعتقاد کی تائید کرتی ہے جو ساری امت میں مسلّم اور متفق علیہ چلا آیا ہے۔"

(ترجمان القرآن صفحہ ۳۷)

جواباً گزارش ہے کہ خاتم النبیین کے مفہوم کے بارے میں اوپر واضح بحث ہو چکی ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ امام علی القاری اور تمام اُمت کے نزدیک ختمِ نبوت کا یہی مفہوم ہے کہ نبوتِ تشریعی اور نبوتِ مستقلہ بند ہے۔ اُمتی نبوت اُمت میں باقی ہے۔

جناب کوکب صاحب کی پیش فرمودہ یہ عبارت بظاہر امام علی القاری کی ان تصریحات کے خلاف نظر آتی ہے جنہیں ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ مگر یہ اشکال تدبّر کرنے سے فوراً حل ہو جاتا ہے۔ قاضی کوکب صاحب کی عبارت کے الفاظ "فان ولدہ من صلبہ یقتضی ان یکون لب قلبہ کما یقال الولد سر ابیہ" اس اشکال کے حل کے لئے کلید ہیں۔ یعنی اگر صاحبزادہ ابراہیم "الولد سرّ لابیہ" کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح **مستقل** اور **صاحبِ شریعت** نبی ہوتے تو یہ خاتم النبیین کے منافی ہوتا۔ آنحضرت صلعم کے بعد صاحبِ شریعت نبی نہیں ہو سکتا۔ کوکب صاحب کے اپنے الفاظ "مکمل پرتو" کا بھی یہی مطلب ہے۔

اب حضرت امام علی القاری کی دونوں عبارتیں **مطابق** ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ جہاں انہوں نے نبی کے وجود کو خاتم النبیین کے منافی قرار دیا ہے وہاں ان کی مراد **صاحبِ شریعت** نبی ہے اور جہاں انہوں نے نبی کے وجود کو خاتم النبیین کے منافی نہیں ٹھہرایا وہاں ان کی مراد تابع اور **اُمتی نبی** ہے۔ فلا منافاۃ ولا اشکال۔

جناب کوکب صاحب کے آخری سوال کا جواب

قاضی کوکب صاحب ترمذی کی حدیث "لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب" نیز بخاری و مسلم کی حدیث "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبیّ بعدی" کو پیش فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"کیا قادیانی فضلاء ہمیں سمجھائیں گے کہ حضور صلعم نے اس وقت خاتم النبیین کا کیا مطلب سمجھا تھا؟"

(ترجمان القرآن حاشیہ صفحہ ۴۲)

جواباً عرض ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کا مطلب افضل النبیین ہی سمجھا تھا جس کے بعد

کوئی نئی شریعت لانے والا یا اس کی پیروی کے بغیر نبی نہیں بن سکتا۔ حضرت امام علی القاری نے بھی خاتم النبیین کے یہی معنے ذکر فرمائے ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت عمرؓ والی حدیث کو خود غریب قرار دیا ہے۔ نیز اس کے راوی مشرح بن ہاعان کو ضعیف ٹھہرایا گیا ہے (تعقبات سیوطی صے ۶۷، تہذیب التہذیب صے ۱۵۵)۔ کوکب صاحب ایسی روایت کو قابلِ التفات نہیں سمجھتے۔ پس یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نبی کیوں نہ بنے؟ علاوہ ازیں اس بارے میں دوسری روایت یوں آئی ہے لولم اُبعث لبُعِثتَ یا عمر۔ کہ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ مبعوث کئے جاتے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صے ۵۳۹) کوکب صاحب کے اس حصۂ سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (انعام: ۱۲۴) کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے اپنا نبی اور رسول بنائے۔ یہ کام کسی کوکب صاحب یا دوسرے علماء کا نہیں ہے۔

باقی رہے دوسری حدیث کے الفاظ "لا نبی بعدی" سو ان کے "مطلب اور منشاء" کے لئے جناب نواب صدیق حسن خان صاحب کے الفاظ کافی ہیں لکھتے ہیں:۔

"لا نبیّ بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔"

(اقتراب الساعۃ صے ۱۶۲)

مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب **القول المبین** ملاحظہ فرمائیں۔ امید ہے کہ جناب کوکب صاحب خاتم النبیین کا مطلب ضرور سمجھ گئے ہوں گے۔ ہاں اگر انہوں نے نہ سمجھنے کا ہی تہیّہ کیا ہوا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ع

اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اشاعت فنڈ

دفتر میں متعدد غیر مسلم و مسلم طالبانِ حق کی طرف سے ماہنامہ **الفرقان** اور مکتبہ کے لٹریچر کے لئے درخواستیں آتی رہتی ہیں اسلئے **اشاعت فنڈ** قائم کیا جا رہا ہے۔ مخیّر حضرات اس میں حصّہ لیکر اپنی طرف سے بطور تبلیغ **ماہنامہ الفرقان** جاری کروا سکتے ہیں۔ حساب آمد و خرچ ماہوار شائع ہوتا رہے گا۔ رقوم بنام مینجر الفرقان ربوہ آنی چاہئیں۔ ✦ (ابو العطاء)

پادریوں کا ایک مغالطہ اور اس کا جواب

ایک آیت قرآنی کی صحیح تفسیر!

(جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلا مربی سلسلہ)

عیسائی پادری اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید (نعوذ باللہ) نجات کا مکمل سامان مہیا نہیں کرتا کیونکہ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان ایک دفعہ ضرور جہنم میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ تقریباً ہر مولوی نے جو مرتد ہو کر پادری بنا ہے اپنے ترکِ اسلام کی یہ وجہ بھی ضرور لکھی کہ قرآن کی اس آیت نے ہمیں اسلام سے مایوس کر دیا:- وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم) پادری سلطان محمد صاحب پال نے اپنے رسالہ "میں مسیحی کیوں ہو گیا" میں اس آیت کو بڑے شدّ و مد کے ساتھ پیش کیا ہے۔

ناظرین پر واضح ہو کہ پادری پال صاحب اور دوسرے پادریوں نے اس اعتراض میں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کے نزدیک ہر انسان جہنمی ہے۔ یاد رہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس میں ہرگز اختلاف نہیں ہے۔ بیسیوں آیاتِ قرآنی اس امر پر شاہد ہیں کہ انسانوں کا ایک گروہ بغیر اس کے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جنتی ہوگا۔ یہ آیت جو پادری صاحب نے پیش کی ہے اس کا وہی معنی لیا جائیگا جو دیگر آیاتِ قرآنی کے مطابق ہوگا۔ مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی میں صاف صراحت سے یہ ذکر ہے کہ انسانوں کا ایک گروہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ نیک اور متقی ہے:-

(۱) لَا يَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقٰى (اللّیل) کہ جہنم میں بدبخت کے بغیر کوئی داخل نہ ہوگا۔

(۲) وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى (اللّیل) متقی انسان جہنم سے پرے رہیں گے۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ (انبیاء) یقیناً جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے سے بھلائی آ چکی ہے وہ اس سے دُور رکھے جائیں گے

(۴) لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا (انبیاء) مومن تو جہنم کی آواز تک نہ سُنیں گے۔

(۵) يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (مریم) جب ہم متقیوں کو خدائے رحمان کی طرف ایک معزز گروہ کے طور پر اکٹھا کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح ہانک لے جائیں گے۔

اِس مضمون کی قرآن کریم میں اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے ثابت ہے کہ انسانوں کا ایک گروہ ہرگز ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا اور انہیں کامل نجات نصیب ہو گی۔

آیت کی صحیح تفسیر

ہمارے نزدیک مذکورہ بالا آیت جو سلطان پال صاحب نے پیش کی ہے اس کے تین مفہوم ہو سکتے ہیں :-

(۱) سیاق و سباق کے لحاظ سے اس آیت میں صرف کفار مخاطب ہیں اور لفظ مِنْكُمْ سے مراد وہ کافر ہیں جن کا ذکر اس آیت سے متصلاً تین آیات میں ہوا ہے۔ یہاں سارے بنی آدم مراد نہیں ہیں۔ سیاق و سباق کی رُو سے اس آیت میں صرف کفار منکرین کا ذکر ہے نہ کہ ہر انسان کا۔ پادری پال صاحب کی پیدائش سے بھی سینکڑوں سال پہلے اُمّتِ محمدیہ کے بزرگ اس آیت کی یہی تشریح کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے جو جلیل القدر صحابی اور مشہور مفسّرِ قرآن تھے نیز حضرت زجاج نے بھی یہی تفسیر کی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر زیرِ آیت ہذہ)

(۲) اس آیت کا دوسرا مفہوم جو مسلمان مفسّرین بیان کرتے چلے آتے ہیں وہ یہ ہے کہ مانا کہ اس آیت میں ہر انسان سے خطاب ہے لیکن لفظِ وَارِدُهَا سے یہ مراد نہیں کہ ہر انسان جہنّم میں داخل ہوگا کیونکہ "ورود" کا معنی لغتِ عرب میں کسی جگہ تک پہنچنا اور اُس تک حاضر ہونا" بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ المنجد میں جس کا مصنّف عیسائی ہے لکھا ہے۔ وَرَدَ الْمَآءَ وَغَيْرَهٗ صَارَ اِلَيْهِ۔ دَانَاهُ۔ بَلَغَهٗ یعنی پانی وغیرہ پر وارد ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں تک پہنچا اور اس کے قریب ہوا۔ اسی طرح قرآن شریف میں آیا ہے لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ (القصص) یعنی جب حضرت موسیٰ مدین کے پانی تک پہنچے۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ موسیٰؑ پانی میں گر پڑے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے وعن عبد اللّٰہ بن مسعود والورود الحضور کہ عبد اللہ بن مسعود جو جلیل القدر صحابی ہیں کہتے ہیں کہ ورود کا معنی حاضر ہونا ہے۔ اور حضرت حسن رضؓ اور قتادہ کہتے ہیں الورود المرور علی الصراط لِاَنَّ الصِّرَاطَ مَمْدُوْدٌ عَلَيْهَا فَيَسْلَمُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَيَتَقَاعَسُ اَهْلُ النَّارِ کہ ورود سے مراد پُلِ صراط سے گزرنا ہے کیونکہ پُلِ صراط جہنّم کے اُوپر بچھائی گئی ہوگی۔ پس جنّتی لوگ سلامتی سے گزر جائیں گے اور جہنّمی گر پڑیں گے۔

پس آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر انسان جہنّم کے پاس سے گزریگا خواہ مومن ہو خواہ کافر لیکن مومن تو سلامتی سے گزرتا ہوا جنّت میں داخل ہو جائیگا لیکن مجرم جہنّم میں داخل کیا جائے گا۔ اِس کو بطورِ مثال یوں سمجھا جائے کہ جہنّم کے پاس سے وہ شاہراہ گزرتی ہے جو جنّت کو جاتی ہے اور اس کا نام ہے جہنّم روڈ۔ اب مومن و کافر ہر ایک کو اس سڑک پر سے گزرنا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ مومن جہنّم میں داخل ہوگا جیسے کسی سڑک کا نام ہو جیل روڈ تو اس پر سے گزرنے والے کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ مجرم اور سزا یافتہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی وہاں سے گزر کر سیدھا باغ میں چلا جائے۔

(۳) اس آیت کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اگر وارد کا معنی داخل ہی لیا جائے اور مِنْكُمْ سے مراد تمام انسان بھی لے لیے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر انسان آگ میں داخل ہونے والا ہے لیکن مومن کے لئے وہ آگ

اسی دنیا میں مصائب کے رنگ میں پیش ہوتی ہے اور کفار اگلی زندگی میں اُس جہان میں اُس آگ (جہنم) میں داخل کئے جائیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہمارے پیارے رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کے متعلق فرمایا۔ ھِیَ نَارِیْ اُسَلِّطُهَا عَلٰی عَبْدِی الْمُؤْمِنِ لِتَکُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری آگ ہے جو میں اپنے مومن بندے پر اسلئے مسلط کرتا ہوں تاکہ اگلے جہان کی دوزخ کا حصہ اس کو یہیں مل جائے۔ (تفسیر کبیر سورہ مریم)

پس اس تفسیر کی رُو سے بھی مومن اپنا حصہ اسی جہان میں مصائب اور مشکلات کی صورت میں پا لیتے ہیں اور کفار اگلے جہان میں حقیقی جہنم میں داخل ہوں گے اور وہاں مومن جہنم سے سلامتی پاتے ہوئے جنت میں خوشی سے داخل ہوں گے۔ پس آیت مذکورہ کی ان تینوں تفسیروں کی رُو سے پادری پال صاحب کا مغالطہ صرف وسوسہ ہے، اس کے اندر کوئی حقیقت نہیں +

قابلِ توجہ

اس دائرہ ◯ میں سُرخ نشان کے معنے ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہے۔ اگر آپ نے چندہ بذریعہ منی آرڈر ادا نہ فرمایا تو آئندہ رسالہ آپ کے نام وی پی ہوگا جو خاص خرچ ہے اسے وصول کرنا آپ کا فرض ہوگا۔

(مینیجر)

نسخ قرآن کے لئے بابی سازش

بہائیوں کا رسالہ "بہائی میگزین" قزوین کی طاہرہ قرۃ العین کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"بدشت میں آپ نے نقاب کو چہرے سے ہٹا کر جو الفاظ فرمائے تھے وہ ابھی تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ بھائیو! حشر و قیامت کے دن صور کی آواز میری آواز ہے۔ بیدار ہو جاؤ قرآن پورا ہوا اور نیا عصر شروع ہو چکا ہے۔ آؤ آزادیٔ وجدان اور حیات جدید کو لبیک کہیں۔"

(مارچ ۶۴ء صفحہ ۴)

الفرقان:۔ گویا قرآن پاک کو ایک عورت کی بے نقابی اور اس کے حیات جدید کے نعرہ کی بنا پر منسوخ قرار دے دیا گیا۔ نہ کوئی الہام ہے نہ کوئی آسمانی وحی ہے محض علماء سے تنگ آکر اور حکومت کے رویّہ کا انتقام لینے کی خاطر بدشت کانفرنس میں بابیوں نے ایک سازش کی جس کے اعلان کے لئے خاص مصالح کے ماتحت ایک عورت کو آگے کر دیا۔ کیا خدائی شریعتوں کو اسی طرح منسوخ کیا جاتا ہے؟

قرآن مجید کی صداقت کا ایک اور ناقابل تردید ثبوت،

انجیل کے انگریزی ترجمہ میں ترمیم و تنسیخ!

(مکرم جناب مولوی محمد منور صاحب فاضل مبلغ انچارج ٹانگانیکا مشرقی افریقہ)

قرآن مجید نے قریباً چودہ سو سال پیشتر دعویٰ کیا تھا کہ عیسائی اور یہودی اپنی مذہبی کتب میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔ پادری صاحبان سے جب بھی ملاقات ہوتی ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ درست نہیں۔ اسی طرح وہ اپنی تصنیفات میں بھی اس دعویٰ کی صداقت کا ثبوت طلب کرتے ہیں بلکہ اپنی بات کو پکا کرنے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت بائیبل کی حالت شک و شبہ سے بالا تھی۔ کیونکہ قرآن مجید بائیبل کا مصدق ہے۔ اگر بائیبل محرّف و مبدّل ہوتی تو قرآن مجید اس کی تصدیق کیسے کرتا؟ اور اگر قرآن مجید کے نزول کے بعد بائیبل میں تحریف ہوئی ہے تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

جواب تو بالکل واضح ہے کہ جب قرآن مجید بائیبل کا مصدق ہے، اس میں تحریف کا بھی مدعی ہے اور عیسائیت کے موجودہ بنیادی عقائد کا بالوضاحت اور نام لے لے کر ابطال کرتا ہے تو تصدیق کا اسی قدر مفہوم ہو سکتا ہے کہ اصولی طور پر ان کتب کو منجانب اللہ قرار دیتا ہے نہ کہ ان میں درج شدہ ہر واقعہ کی تصدیق کرتا اور اس کے ہر ہر لفظ کو کلام الٰہی سمجھتا ہے۔ نیز اس رنگ میں بھی بائیبل کا مصدق ہے کہ اس کی بیان کردہ پیشگوئیوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مدعی ہے گو کہ بائیبل کا ترجمہ کرنے والے اصحاب ان پیشگوئیوں کو مبہم بنانے یا بائیبل سے خارج کر دینے کے درپے رہتے ہیں تاہم آج بھی کئی ایسی پیشگوئیاں بائیبل میں موجود ہیں جن سے اسلام، قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وصحت سے ثابت ہوتی ہے۔ پھر اس پہلو سے بھی قرآن مجید بائیبل کا مصدق ہے کہ اصولی اور بنیادی تعلیمات دونوں کتب میں ایک جیسی ہیں۔ جیسے توحید باری تعالےٰ، ملائکہ، انبیاء، شریعت، جنّت و دوزخ، تعدد ازدواج، رشتوں اور کھانوں میں حُرمت و حلّت وغیرہ وغیرہ۔ پس قرآن مجید بائیبل کا یقیناً مصدق ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بائیبل میں حذف و اضافہ بھی صدیوں سے جاری ہے۔ تازہ تراجم میں بھی تحریفات کی بہت سی مثالیں

پائی جاتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا۔ جب تک پادری صاحبان موجود ہیں۔

سواحیلی زبان میں بائیبل کا ترجمہ اس صدی کے شروع میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں سابقہ تراجم کی "اصلاح" کر کے نیا ترجمہ شائع کیا گیا تھا۔ جسے یونین ورشن (UNION VERSION) کا نام دیا گیا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ نے قرآن مجید کا سواحیلی ترجمہ شائع کیا تھا۔ اور اس ترجمہ کے تفسیری نوٹوں میں ہم نے بائیبل کے تازہ ترجمہ پر کڑی نکتہ چینی کی تھی اور متعلقہ آیات کی تشریح کرتے ہوئے قرآن مجید کی صداقت کے ثبوت کے طور پر اس تازہ ترجمہ سے کئی مثالیں پیش کی تھیں اور وہ حوالہ جات بھی پیش کئے تھے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں واضح پیشگوئیوں کو مبہم اور ناقابلِ فہم بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس یونین ورشن کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بہت سے حصّوں کو بڑی خطوط وحدانی میں بند کیا گیا تھا اور ان کے متعلق لکھا گیا تھا کہ "بعض قدیمی نسخوں میں یہ الفاظ پائے گئے ہیں" لیکن اصل میں یہ آئندہ تحریف کی بنیاد تھی۔

۱۹۵۶ء میں انجیل کا انگریزی ترجمہ چھپا۔ اور اس کا نام تھا "دی نیو ٹسٹیمنٹ اِن ماڈرن انگلش" یعنی "نیا عہد نامہ جدید انگریزی میں"۔ ترجمہ کرنے والے ڈاکٹر جیمز مفٹ (DR. JAMES MOFFATT) ہیں اور اس جدید ترجمہ کے بارہ میں بڑے بڑے پادریوں اور جرائد کے تعریفی تبصرے چھپے ہیں جن میں لکھا ہے کہ انجیل کا ترجمہ صحیح طور پر جاننے کے لئے اس جدید ترجمہ کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ۱۹۵۷ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا جو اسوقت ہمارے پاس ہے۔ اس ترجمہ میں الفاظ کی تبدیلی تو ضروری تھی ہی معنوی تبدیلی کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے بلکہ حذف و اضافہ کر کے انجیل کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے گئے ہیں مترجم صاحب نے اناجیل اور خطوط سے قبل تمہید بھی لکھی ہے جو ہر انجیل کا تعارف کراتی ہے۔ اس تمہید میں اناجیل اور خطوط کی تاریخ بھی مختصراً لکھی گئی ہے اور ان کی ثقاہت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ تمہید اپنی ذات میں بڑی اہم ہے اور اس سے بہت سی پوشیدہ باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

عیسائی محققین لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکے حواری بگڑی ہوئی عبرانی زبان بولتے تھے جسے آرمیک کہتے ہیں لیکن اناجیل اور خطوط کے جو پرانے مسوّدات اسوقت پائے جاتے ہیں وہ یونانی زبان میں ہیں۔ اس لحاظ سے جہاں ترجمہ کرنے والے کو صحیح مفہوم کی تعیین میں دشواری پیش آتی ہے وہاں مومنوں کی جماعت کے لئے بھی یہ ماننا مشکل ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں وہی اناجیل کے مصنّفین نے ہم تک پہنچانے کا قصد کیا تھا۔ اس مشکل میں مزید پیچیدگی اس وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ موجودہ یونانی ترجمہ پہلا ہے یا دوسرا یا تیسرا۔ کیونکہ ترجمہ سے ترجمہ میں بھی ملاوٹ اور غلطی کا بڑا امکان پیدا ہو جاتا ہے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ اصل متن سرے سے ہی غائب ہو۔

پادری مفٹ صاحب نے ص۲۳۴ پر لکھا ہے کہ مسیح کے حواریوں میں سے کوئی بھی لکھنے پڑھنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ ابتدائی چرچ کے کارکنان میں سے پولوس پہلے خواندہ انسان تھے۔ اس بیان سے یہ امر واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح کے ابتدائی حواریوں کی طرف جو تحریرات منسوب کی جاتی

ہیں وہ درحقیقت اُن کی نہیں ہیں کیونکہ ان کو اس کی لیاقت ہی
نہیں تھی۔ سب سے پہلا قابل انسان پولوس تھا اور کلیسیا کی
تاریخ سے ظاہر ہے کہ پولوس کی حضرت مسیح علیہ السلام سے
ملاقات ثابت نہیں۔ نہ ہی وہ ان کی فلسطینی زندگی میں ایمان
لایا بلکہ واقعہ صلیب تک وہ عیسائیوں اور کلیسیا کا دشمن عنید تھا۔
پولوس کے بارہ میں ڈاکٹر مفٹ صٹ۲۷ پر لکھتے ہیں:-

"پولوس پہلے انسان ہیں جنہوں نے
عیسائی مذہب کا مطلب سوچ نکالا۔ کیونکہ
وہ یہودیوں اور غیر یہودیوں کے لئے
داعی تھے۔"

اس بیان سے ایک تو موجودہ عیسائیت کی قلعی کھلتی ہے،
گویا پولوس سے پہلے کسی نے عیسائیت کو سمجھا ہی نہیں تھا۔
حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول اناجیل تین سال تک اپنے
حواریوں کو صبح شام پڑھاتے اور اپنے پیغام اور اپنی تبلیغ
اور اپنی آمد کی غرض و غایت سمجھاتے رہے۔ اس پیغام کی اہمیت
کو بالمشافہ درس لینے والے تو نہ سمجھ سکے اگر کچھ سمجھا تو وہ جس
نے ایک بار بھی بحالتِ ایمان مسیح کا وعظ نہیں سنا تھا۔
دوسرے اس بیان سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔
جنہوں نے نہایت صراحت سے فرمایا تھا کہ موجودہ عیسائیت
کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا بانی
تو پولوس تھا۔ آج عیسائی محققین وہی بات کہنے پر مجبور
ہو رہے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی۔
کتنی صداقت ہے اس دعویٰ میں اور کتنا بودا ہے عیسائیت
کا ہوائی محل۔

جدید محققین کے نزدیک پہلی انجیل متی کی نہیں بلکہ
مرقس کی ہے۔ پادری مفٹ صاحب بھی اس کی تائید کرتے
ہیں لیکن مرقس کی انجیل کے متعلق صد۶۱ پر لکھتے ہیں:-

"بدقسمتی سے آخری صفحہ یا آخری صفحات
کو کوئی حادثہ پیش آیا۔ یا تو مرقس اس کتاب
کو ختم نہ کر پائے اور یا یہ حصہ کٹ کر ضائع
ہو گیا کیونکہ کہانی کا آخری فقرہ بھی نامکمل
رہ گیا ہے۔"

تاہم پادری صاحب موصوف نے صد۹۷ پر اس اصلی انجیل کو ختم
کرکے جہاں دو مریموں کے حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر سے
بھاگ جانے اور خوفزدہ ہونے کا ذکر ہے لکھا ہے کہ اگلا
حصہ بعد میں دوسری صدی عیسوی میں اس انجیل کی کہانی کو مکمل
کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ لیکن اس میں بھی پادری صاحب نے
معروف حصوں کے علاوہ دو پیراگراف بڑھا دیئے ہیں جو
اب تک انجیل کا حصہ نہیں تھے۔ اس کی دلیل کے طور پر یہ
لکھا ہے کہ "خطوط وحدانیوں میں جو حصہ ہے وہ اصل
میں اسی انجیل کا حصہ تھا اور جیروم نے اس کے ایک حصہ
کو نقل بھی کیا تھا مگر بعد میں یہ حصہ الگ ہو گیا اور اس کا
پورا متن حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔" دوسرے پیراگراف
کے متن میں شامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ نہ ہی یہ لکھا
ہے کہ اب تک یہ حصہ کہاں چھپا ہوا تھا۔
گو مضمون لمبا ہو جائے گا خطوط سے پہلے جو
تمہیدی تعارف پادری صاحب نے لکھا ہے اس کے
ایک حصہ کا ترجمہ یہاں درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے
لکھتے ہیں:-

"خداوند یسوع مسیح کی موت کے تیس
یا پینتیس برس بعد تک کوئی تحریر نہیں لکھی
گئی۔ البتہ چند خطوط لکھے گئے جو وقتاً فوقتاً
اُس وقت کی ضرورت کو مدِنظر رکھ کر لکھے
جاتے رہے۔ اس قدیم لٹریچر میں سے جو باقی
بچا ہے وہ سوائے اس شخص کی تحریرات
کے کچھ نہیں جو حواریوں کے پہلے گروہ میں شامل
نہیں تھا یعنی وہ بیدار مغز یہودی رہنما جس
کا نام پولوس تھا ۔۔۔۔ اس نے ایک مؤثر
خط لکھا لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ایشیائے
کوچک کے کس کلیسیا یا کلیسیاؤں کی جماعت
کے نام لکھا گیا تھا بعد میں اسے غلطی سے
"افسیوں کے نام" قرار دیدیا گیا۔ ہاں
اس بارہ میں بھی کچھ شبہ سا ہے کہ آیا اسے
خود پولوس نے لکھا تھا یا اس کے نام سے
بعد کے کسی شاگرد نے۔ یہ خطوط پولوس کی
عمر کے آخری حصہ میں یعنی ۵۰ء سے ۶۵ء
تک لکھے گئے تھے ۔۔۔۔ یہ خطوط عبادت
کے وقت بلند آواز سے پڑھے جاتے تھے۔
اور اکثر قریب کے کلیسیاؤں کو بھجوانے
کے لئے ان کی نقول تیار کرائی جاتی تھیں۔
آخر کار جب ان خطوط کو ایک مقام پر جمع
کیا گیا۔ غالباً دوسری صدی عیسوی کے شروع
میں تو ان میں کچھ رد و بدل کیا گیا ۔۔۔۔ جو
خط و کتابت کرنتھیوں سے ہوئی تھی۔ اس کا
صرف ایک حصہ ہی دستیاب ہو سکا ہے اور
اسے بھی دوبارہ ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ بھی
ممکن ہے کہ پولوس نے کچھ نوٹ لکھے ہوں اور
ان کو بعد میں ان کے مریدوں نے پھیلا کر
لکھ دیا ہو۔ اور پھر وہ اگلی نسل کے سامنے
علی الترتیب کرنتھیوں کے نام دوسرا خط
طیطس کے نام خط اور کرنتھیوں کے نام
پہلا خط کی صورت میں آئے ہوں۔"

مندرجہ بالا تحریر کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ جہاں
اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تصنیف کے لحاظ سے خطوط
کو تقدمِ زمانی حاصل ہے وہاں یہ امر بھی اظہر من الشمس
ہو جاتا ہے کہ یہ خطوط بھی شکوک و شبہات کے دبیز
پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان کے بارہ میں اگر
کوئی بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے تو صرف یہ کہ
یہ خطوط بھی اناجیل کی طرح غیر ثقہ ہیں۔

ڈاکٹر موفٹ صاحب نے ہر خط سے پہلے بھی اس
کا مختصر تعارف کرایا ہے اور اس تعارف سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ سارے خطوط ناقابلِ اعتماد تحریرات
کا پلندہ ہیں۔ صفحہ ۲۹۳ پر عبرانیوں کے نام خط کے متعلق
لکھتے ہیں "یہ خط کس نے لکھا، کب لکھا اور کسے لکھا اس
کا کسی کو بھی علم نہیں۔ جب اس خط کو بائیبل میں درج کرنے
کے لئے انتخاب کیا گیا تو 'افسیوں کے نام خط' کی طرح اسے
بھی مغالطہ آمیز نام 'عبرانیوں کے نام خط' دیدیا گیا۔"
پھر لکھتے ہیں "اگرچہ یہ پولوس تو نہیں مگر اس کا مصنف
پولوس کے حلقہ کے آدمیوں سے تعلق رکھنے والا ضرور

معلوم ہوتا ہے ..... طرزِ تحریر بھی خطوں جیسی نہیں بلکہ لکھے ہوئے مواعظ جیسی ہے نہ خطوط کی طرح معروف ابتداء بھی موجود نہیں۔ دوسری صدی عیسوی میں اس کے مصنف کے بارہ میں بہت قیاس آرائیاں ہوئیں۔ لیکن مصنف کا نام اس سے پہلے ہی غائب ہو چکا تھا۔"

جب پولوس کی طرف منسوب ہونے والے خطوط کا یہ حال ہے تو دوسرے خطوط کی حالت یقیناً ناگفتہ بہ ہوگی۔ یعقوب کے خطِ عام کے متعلق ڈاکٹر مفٹ صاحب ص۲۱۲ پر لکھتے ہیں:۔

"یہ خط بعض لوگوں نے یعقوب رسول کی طرف (جو یوحنا کا بھائی تھا۔ یا جو مسیح کا بھائی تھا) منسوب کیا ہے لیکن یہ خط اس مجموعہ کے ممبروں میں سے ایک ہے ..... اس کا آخری حصہ خطوط کی طرح نہیں ..... غالباً یعقوب ایک معمولی عیسائی ٹیچر تھا۔"

یہوداہ کے خط کے متعلق بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہی خیال ہے۔ ص۲۵۲ پر لکھتے ہیں:۔

"یہ خط کس کو لکھا گیا، تحریر سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ نہ ہی روایات سے کوئی اتہ پتہ ملتا ہے۔ مصنف اپنے آپ کو "یعقوب کا بھائی" لکھتا ہے اور "یعقوب" سے مراد یا مسیح کا بھائی ہے یا وہ یعقوب جو ابتدائی بارہ حواریوں میں سے تھا یا ابتدائی کلیسیا کا کوئی غیر معروف آدمی۔ ہمارا یہوداہ حواری ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔"

یوحنا کے دوسرے اور تیسرے خطوط کے بارہ میں ص۲۴۲ پر لکھا ہے کہ ان کے مصنف کا علم نہیں ہو سکا۔ اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ یوحنا کا پہلا خط یوحنا کا لکھا ہوا نہیں۔ ص۲۳۴ پر پطرس کے دوسرے خط کی زبان پر اعتراض کیا ہے کہ بہت گھٹیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ پطرس کی کئی تحریرات کو انجیل کے مجموعہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ مکاشفہ یوحنا کے متعلق پادری مفٹ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا مصنف یوحنا حواری نہیں کیونکہ اس کی طرزِ تحریر یوحنا کی انجیل سے مختلف ہے اور مذہبی نقطۂ نگاہ بھی اس سے مختلف ہے۔ اصل میں یہ چند خوابوں کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں لکھی گئیں۔ روایات سے ایشیائے کوچک کے ایک یوحنا کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے یہ مکاشفہ اور یوحنا کی انجیل اور یوحنا کا پہلا خط اسی کی تصنیف ہوں۔ (ص۲۴۲، ص۴۵۹، ص۱۶۵)

اُوپر لکھا جا چکا ہے کہ ڈاکٹر مفٹ صاحب نے اپنے ترجمہ میں مرقس کی انجیل کے آخر میں دو پیراگراف بڑھائے ہیں جو پہلے انجیل کا حصہ نہیں تھے۔ یوحنا کی انجیل میں جہاں سے حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے حواریوں کے بحیرہ طبریہ کے پاس ملنے کا بیان شروع ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب موصوف کے نزدیک یہ حصہ آخر تک دوسری صدی میں بڑھایا گیا ہے۔ (ص۱۶۵) متی کی انجیل کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ مرقس ہی کی انجیل کا چربہ ہے گو اس میں کچھ اضافہ جات کئے گئے ہیں، اور بہت کچھ ردّ و بدل اور ترمیم و تنسیخ کی گئی ہے۔ چونکہ مرقس کی انجیل ہی نامکمل ہے اسلئے متی کی انجیل کا ناقص ہونا بھی اسی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لوقا نے حضرت مسیح علیہ السلام

کا حواری تھا، نہ اس نے الہام کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ صرف اسی قدر لکھا ہے کہ جو کچھ روایات اب تک میں نے سُنی ہیں اُن کی جانچ پڑتال کر کے یہ مجموعہ تیار کر دیا ہے اور وہ بھی صرف ایک شخص کے لئے جس کا نام تھیوفلس بتایا گیا ہے۔ اسی طرح نہ انجیل کا کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ ہی حواریوں کی طرف منسوب ہونے والے خطوط کا۔ یقیناً موجودہ عیسائیت کی بنیاد محض شکوک و شبہات کے طومار پر ہے اور اس کے معتقدات ظنون و اوہام سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ حسبِ معمول اس ترجمہ میں بھی حذف و اضافہ سے کام لیا گیا ہے۔ اور بعض حصّوں کے متعلق لکھا گیا ہے کہ یہ اپنی اصلی جگہ پر معلوم نہیں ہوتے۔ گویا قرآن مجید نے جو الزام انجیل کے ماننے والوں پر لگایا تھا اس کا ثبوت ہر زمانہ میں پایا جاتا رہا ہے حتیٰ کہ ہمارے اِس علمی ترقی کے زمانہ میں بھی جبکہ کھرے کھوٹے کو علمی اور عقلی دلائل سے شناخت کیا جا سکتا ہے اور صداقت کو آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے، پادری صاحبان بجائے دلائل سے انجیل کی صداقت کو ثابت کرنے کے اس میں نت نئی تبدیلیاں کر کے اس کے مشکوک ہونے پر مُہرِ توثیق ثبت کر رہے ہیں۔

متی کی انجیل سے ۱۶/۳،۲، ۱۷/۲۱، ۱۸/۱۱، ۲۳/۱۴۔ مرقس کی انجیل سے ۹/۴۴، ۹/۴۶، ۱۱/۲۶، ۱۵/۲۸ اور لوقا کی انجیل سے ۱۷/۳۶ اور ۲۳/۱۷ کو کلیۃً نکال دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ لوقا کی انجیل سے مندرجہ ذیل سطور کے کچھ حصّوں کو حذف کیا گیا ہے۔ ۸/۴۳، ۸/۵۴، ۸/۵۵، ۱۱/۲، ۱۱/۴ اور ۲۰/۳۰۔ یوحنا ۸/۱-۱۱ کے متعلق حاشیہ میں نوٹ دیا گیا ہے کہ یہ حصّہ کسی بھی ثقہ انجیل میں نہیں پایا گیا۔ تاہم اس حصّہ کو من و عن قائم رکھنا یقیناً قابلِ تعجّب ہے۔ اعمال الرسل میں سے ۲۸/۲۹ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ رومیوں سے ۱۶/۲۴ کو خارج کر دیا گیا ہے۔ ۲ کرنتھیوں ۶/۱۴ سے ۷/۱ کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ ٹکڑا پولوس کی کسی اور تحریر کا ہے، اسے غلطی سے یہاں رکھ دیا گیا ہے۔ افسیوں کے نام خط کی پہلی سطر میں سے "افسس" کا لفظ نکال دیا گیا ہے۔ اتیمتھیس سے ۵/۲۳ کو علیحدہ کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ شراب کے استعمال کی تلقین والا حصّہ یا تو حاشیہ ہے اور یا کسی اور تحریر کا حصّہ ہے۔

مندرجہ بالا تحریفات سے ظاہر ہے کہ انجیل کی اصلاح و ترمیم کا کام اب تک جاری ہے۔ اگر پُرانی تحریفات کو پادری صاحبان ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اِن تازہ تحریفات کو تسلیم کرنے سے انہیں کیوں انکار ہے؟ اِن شواہد کی موجودگی میں انہیں قرآن مجید کے دعویٰ کی صداقت ماننے میں کیا عذر باقی رہ گیا ہے؟ جو پادری صاحبان اب بھی مُرغے کی ایک ہی ٹانگ کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں گے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ آج کی علمی دنیا میں وہ بہت کم لوگوں کو بے وقوف بنا سکیں گے +

سوالات کے جواب

عیسائیوں کے سوالات جواب کے لئے ادارہ الفرقان کے نام بھیجئے۔!

(ایڈیٹر)

حاصل مطالعہ

(مکرم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد کے قلم سے)

۱۔ تحریک احمدیت کا لطیف خلاصہ

"اسلامی انسائیکلو پیڈیا" (مؤلفہ منشی محبوب عالم صاحب) میں "بارہ وفات" کے عنوان سے لکھا ہے:۔

"بارہ سے مراد ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ اور وفات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے ... مرزا غلام احمد قادیانی جو مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے انکے پیرو اس روز خاص جلسہ کیا کرتے ہیں جس سے ان کا مدعا اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ آج کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **وفات پائی ہے مگر نبوت نے وفات نہیں پائی۔ نبی ہمیشہ آتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک نبی مرزا صاحب بھی آچکے ہیں**" (صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

۲۔ محمود کو آواز

شاعر پاکستان مظہر الدین کی ایک نظم کے چند اشعار ؎

دنیا کو ضرورت ہے کسی مرد جری کی
اک مرد جری ڈھونڈ کے لانا ہی پڑیگا

ہر شخص ہے اس دَور میں فرعون کا ہمسر
اعجاز کلیمانہ دکھانا ہی پڑیگا

کفار نے تیار کیا پھر وہی مندر
محمود تجھے لوٹ کے آنا ہی پڑے گا

("ضرب و حرب" صفحہ ۱۵۱)

بے نیازی کی بات جُدا ہے ورنہ حقیقت شناس نگاہیں تو نصف صدی سے محمود کو دیکھ رہی ہیں اور کانوں میں اس کی یہ پیاری اور دلربا آواز بھی سُنائی دے رہی ہے ؎

محمود کرکے چھوڑینگے ہم حق کو آشکار
رُوئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

۳۔ اوّل المکفرین کو انگریزی حکومت کا انعام

مولانا مسعود عالم ندوی صاحب نے (اوّل المکفرین) مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے بارے میں لکھا ہے:۔

"ہندوستان کی جماعت اہلحدیث ... کے سرگروہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ... **نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب** قرار دیا اور حدیہ کہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔

..... مولوی محمد حسین بٹالوی ..... نے **جہاد کی منسوخی** پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع کرائے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ **اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔**"

("ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ص۲۹)

اس کے مقابل حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام کی جدّی ریاست برطانوی اقتدار کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے چھن گئی۔ بایں ہمہ **آپ معاذ اللہ "خود کاشتہ پودہ" تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی چودھویں صدی کے مجاہد اعظم !!**

۴۔ "مبلّغین قادیانیّت" کا قلمی چہرہ

(سلسلہ کے ایک بدترین دشمن کے قلم سے) "یوں تو ہر ایک قادیانی مبلّغ بنتا ہے مگر سرکردہ مبلّغ یہ ہیں۔ سیّد سرور شاہ مفسّر قرآن۔ سیّد امیر حسین مدرس اعلیٰ مدرسہ احمدیہ محدّث، فقیہ اور پنجابی واعظ۔ میر محمد اسحاق مولوی فاضل ایک ایک بات کو بار بار دُہرانے والے ..... مولوی اسمٰعیل حافظ حوالہ جات تحریرات مسیح۔ فارسی دان خصوصی۔ مولوی فضل الدین وکیل ماہر تالیف ..... **میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق۔ مناظر مہیب برائے ثناء اللہ و آریہ سماج** برجستہ اور پُر زور اور تلخ گو ..... صوفی غلام رسول راجیکی **ماہر تصوّف** ..... مفتی محمد صادق مبلّغ انگلستان تا ہفت سال ماہر علوم عیسوی" الخ ("الکاویہ" ص۳۵۸)

(از محمد عالم آسی ۱۹۳۴ء)

۵۔ "پنڈت کرپا رام برہمچاری"

مدیر شہیر جناب شورش مدیر "چٹان" امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں :-

"اب تو جیل خانوں میں کافی اصلاح ہو چکی ہے ایک زمانہ میں قیدی کو تین ماہ بعد ایک خط لکھنے اور دو ماہ بعد ایک خط وصول لینے کا حق ہوتا تھا ..... نتیجۃً بہت سے قیدی بیرنگ خط لکھتے جو بیرونی سنسر شپ کی وجہ سے پکڑے جاتے ..... شاہ جی نے اس کا توڑ پیدا کیا۔ پنڈت کرپا رام برہمچاری کے نام سے اپنے احباب کو دیناج پور جیل سے علی التواتر خط لکھتے رہے اور یہ نام سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کا ترجمہ یا بدل تھا۔" (صفحہ ۴۲/۴۷)

۶۔ پروفیسر سلیم چشتی کا علماء کرام سے سوال

"علماء خود غور کر لیں کہ چونکہ وہ انگریزی نہیں جانتے اسلئے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے دروازے ان پر بکلّی مسدود ہیں اور آج ان ملکوں میں تبلیغ اسلام کا کام وہ لوگ کر رہے ہیں جن کو وہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلا سوال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ کافر ہیں تو آپ لوگوں نے ان کافروں کو تبلیغ کی اجازت کیوں دے رکھی ہے ؟ آپ خود کیوں نہیں جاتے تاکہ یہ لوگ خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی دکانیں بند کر دیں...

دوسرا سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ کافر کلمہ پڑھاتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟؟ وہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں ؟ اگر وہ مسلمان ہیں تو کافر کسی کو کیسے مسلمان کر سکتا ہے ؟ اور اگر نہیں تو آپ کا یہ دعویٰ باطل ہو گیا کہ اگر ایک شخص کلمہ پڑھ لے تو مسلمان ہو جاتا ہے "۔

(رسالہ "الجامعہ" محمدی شریف تعلیمی نمبر ص ۳۵)

۷۔ پیشگوئیوں کا ایک زرّیں اصول

مولانا ابو الکلام آزاد اپنی کتاب "مسئلہ خلافت" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ جب تک اُن کا ظہور کامل طور پر نہ ہو جائے ان کے معانی و مطالب کی نسبت کسی قطعی بات کا اختیار کرنا مشکل ہے۔ اجتہاد و قیاس کے لئے کسی چیز میں اتنی وسعت نہیں جس قدر پیشگوئیوں میں ہوتی ہے علی الخصوص جبکہ عموماً پیشگوئیوں کا ایک خاص مبہم انداز ہوتا ہے اور نہایت اجمال و اختصار کے ساتھ محض اشارات کئے جاتے ہیں جب تک ان کا ظہور نہ ہو جائے اشارات کی تفصیل اور اوصاف کے انطباق میں طرح طرح کی لغزشیں پیش آ سکتی ہیں۔ ظہور دجال کی پیشگوئی اس معاملہ کے لئے ایک واضح مثال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے تمام غیر معمولی اوصاف بیان کر دئیے تھے باایں ہمہ خود صحابہ کرام میں اختلاف ہوا اور اپنے عہد کے مختلف اشخاص کو بعض اوصاف کے اشتراک کی وجہ سے دجال سمجھتے رہے آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں ابن صیاد کی نسبت حضرت عمرؓ کو خیال ہوا تھا حتیٰ کہ اس کو قتل کرنا چاہا ..... حضرت عمرؓ کو اس پر اس درجہ یقین تھا کہ قسم کھا کر کہتے تھے یہی دجال ہے ...... پس چونکہ یہ پیشگوئی تھی اس لئے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوری پوری طرح ظاہر نہ ہو جائیں انکا ٹھیک ٹھیک مطلب متعین کیا جائے "۔

(صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

۸۔ حضرت مسیحؑ سے استثنائی معاملہ کیوں ؟

تاج کمپنی لاہور نے ایک کتاب "افضل الاخلاق" شائع کی جس کے صفحہ ۲۸۱ پر لکھا ہے :-

"خواہ کوئی ..... خوبصورتی میں یوسف، صبر میں ایوب، درازیٔ عمر میں نوح، ..... انصاف میں نوشیرواں، عدل و سیاست میں عمرؓ، ..... حکمت میں لقمان، ..... شاعری میں علامہ اقبال، مردانگی میں محمد فاتح، گریہ میں یعقوب، رضا جوئی میں ابراہیم غزا میں محمود، ..... حیاداری میں عثمانؓ، ..... تصوف میں بایزید، حکومت میں سلیمان، ..... شجاعت میں علیؓ، ..... فلسفہ اسلام میں امام غزالیؒ،

رفاہِ عام میں شیر شاہ سوری، .....

فقہ میں امام اعظمؒ، ..... صدق میں

ابوبکرؓ، خوش الحانی میں داودؑ .....

جہاد میں سلطان صلاح الدین، .....

مرتبۂ شہادت میں امام حسینؓ ..... ہی

کیوں نہ ہو لیکن موت سے کسی کو

رستگاری نہیں۔" (صد ۲۸۲)

سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کے ساتھ خدا کا معاملہ بالکل استثنائی رنگ کا ہے جس میں شہنشاہِ نبوت خاتم الانبیاء فخر الاصفیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک نہیں ہو سکے!!

۵ غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

جذبات

(محترم جناب نسیم سیفی صاحب لیگوس - مغربی افریقہ)

لو پھر ہدفِ نگہ بنے جاتے ہیں ہم لوگ
لو پھر سرِ محفل ہی لُٹے جاتے ہیں ہم لوگ

تلچھٹ بھی اگرچہ نہ ملی پیرِ مغاں سے
ہر بزم میں میخوار کہے جاتے ہیں ہم لوگ

اغیار تو اک ترچھی نظر سے بھی ہیں برہم
یہ جور و ستم ہیں کہ سہے جاتے ہیں ہم لوگ

کچھ لوگ تو ساحل پہ کھڑے ڈوب رہے ہیں
طوفان کی موجوں میں بہے جاتے ہیں ہم لوگ

ٹھہرو کہ ہمیں بھی اُسی منزل پہ ہے جانا
ٹھہرو کہ بہت دُور رہے جاتے ہیں ہم لوگ

اچھا جو نہیں کچھ بھی نہ ہو عشق کا حاصل
یہ بھی تو غلط ہے کہ لُٹے جاتے ہیں ہم لوگ

ایک خاص مقالہ

حضرت موسیٰ کے مصر سے سفر کے متعلق جدید تحقیق!

تورات کا نیا ترجمہ اور ایک اور قرآنی صداقت کا انکشاف

(سی۔ ڈبلیو پوسٹ کالج۔ امریکہ کے ایک احمدی پروفیسر کے قلم سے)

(۱)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بنی اسرائیل سمیت مصر سے فلسطین تک کے سفر کا واقعہ بائیبل اور قرآن کریم میں متعدد مرتبہ مذکور ہوا ہے کتب مقدسہ نے اس سفر کو الٰہی تقدیر کے معجزانہ ظہور کے طور پر ذکر کیا ہے خدائی مشیت نے چاہا کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ اور آپ کا گروہ اس سفر کے پانی والے حصے سے سفر کرے تو وہ صحیح وسلامت گزر جائیں۔ لیکن جس وقت فرعون اور اُس کا لشکر اور اُن کی رتھیں اُسی راہ سے گزریں تو وہ سب کے سب غرقاب ہو جائیں۔

(۲)

جہاں تک اس تاریخی واقعہ کی صحت کا تعلق ہے اُس کو تو مفسرین قرآن اور محققین تورات دونوں نے تسلیم کیا ہے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس مقام کی تعیین میں جہاں سے قبائل اسرائیل اور فرعونی لشکر یکے بعد دیگرے گزرے اس کے بارے میں دونوں نے مسلسل غلطی کھائی۔ عام مفسرین قرآن نے سورۃ شعراء کی آیت فکان کل فرق کالطود العظیم سے لفظی استدلال کر کے یہ اندازہ کیا کہ یہ معجزہ دریائے نیل کے عبور کے وقت ظاہر ہوا۔ دوسری طرف تورات کے محققین یہ سمجھتے رہے کہ یہ سفر بحیرہ قلزم کے عبور سے متعلق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے واذ فرقنا بکم البحر فانجینکم و اغرقنا اٰل فرعون وانتم تنظرون کی تفسیر فرماتے ہوئے اس واقعہ پر سیر کن تبصرہ فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی تحقیق کے مطابق اس خیال کا اظہار کیا کہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا سفر نہ تو دریائے نیل کے عبور سے متعلق ہے اور نہ ہی بحیرہ قلزم کے عبور سے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر اُردو جلد اول، جزو اول صفحہ ۴۱۸ تا ۴۲۶)

(۳)

حال ہی میں جیوئش پبلیکیشن سوسائٹی آف امریکہ Jewish Publication Society of America کے زیر اہتمام تورات کی پہلی پانچ

کتب کا ایک نیا انگریزی ترجمہ تیار کیا گیا ہے جو جنوری ۱۹۶۳ء
میں شائع ہوا ہے۔ اخبار نیویارک ٹائمز لکھتا ہے کہ یہودیوں
کے چوٹی کے مترجمین نے تورات کے قدیم ترین نسخوں کو
سامنے رکھ کر یہ ترجمہ کیا ہے۔ موجودہ ترجمہ کئی لحاظ سے
سابقہ تراجم سے مختلف ہے۔ بالخصوص سفر بنی اسرائیل
اور لشکرِ فرعون کے سلسلے میں تو یہ ترجمہ بنیادی طور پر
اس سابقہ نظریہ کی کلّی تردید کرتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے
بحیرہ قلزم کو پار کیا تھا۔ بجائے اس کے اُن کی تحقیق یہ
ہے کہ آپ نے بحیرہ قلزم کے شمال کی طرف اُس حصہ میں
سفر کیا تھا "جہاں پر آجکل نہر سویز ہے"۔ (نیویارک ٹائمز
۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء)۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تفسیر کبیر کی
جلد اوّل جزو اوّل ۱۹۴۸ء میں شائع ہوئی تھی یعنی چودہ
سال قبل۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے رقم فرمایا تھا
کہ حضرت موسیٰؑ:۔

"سویز کے مقام کے پاس سے سمندر
میں سے جزر کے وقت پار ہوئے۔"
(صفحہ ۴۲۶)

(۴)

یہ ایک عجیب امر ہے کہ ہر دو کتب مقدسہ کے
شارحین کو لفظ "بحر" سے ہی غلط فہمی پیدا ہوئی۔ دونوں
نے اس کے لغوی معنی کر کے یہ اندازہ کر لیا کہ یہ واقعہ
دریائے نیل یا بحیرہ قلزم کے عبور سے متعلق ہے۔
تورات کے موجودہ ترجمہ نے واضح کیا ہے کہ چونکہ سابقہ
مترجمین نے بحر کے لفظ کو لغوی معنوں پر محمول کیا۔ اُن
کی نگاہ اس طرف نہ گئی کہ قدیم عبرانی کے اصل الفاظ
"یم صُوف" کے معنی پانی کے سمندر کے نہیں بلکہ "نرکل کے
سمندر" کے ہیں جو دلدلی مقامات پر اکثر اُگ آتے ہیں۔
اصل الفاظ کے معنی میں اس بنیادی تبدیلی کے پیشِ نظر
اس نئے ترجمہ نے پُرانے نظریہ کو کلیۃً رد کرتے ہوئے
واضح کیا ہے کہ اس علاقے کی بناوٹ بدیہی طور پر
ظاہر کرتی ہے کہ یہ بحیرہ قلزم کے اندر نہیں بلکہ سویز کا
وہ شمالی حصہ ہے جو اگرچہ آجکل ریت سے اٹا ہوا ہے
مگر اُس زمانے میں وہ نرکل سے بھرا ہوا دلدل کا ایسا
قطعہ تھا جسے اس کی وسعت کے پیشِ نظر قدیم مسودات
میں نرکل کا سمندر کہا گیا۔

(۵)

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید نے بھی اس واقعہ کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے لفظِ بحر کا استعمال کیا ہے
لیکن اس کے ساتھ مختلف آیات میں ایسے قرائن
سیاق و سباق میں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر
ہوتا ہے کہ اس سے نہ تو دریائے نیل مراد تھا نہ بحیرہ
قلزم کا درمیانی حصہ۔ بلکہ سمندر کا کوئی بڑھا ہوا ٹکڑا
تھا جہاں سے اسرائیلیوں کے عبور کے وقت جزر کی
وجہ سے پانی ہٹ گیا تھا لیکن لشکرِ فرعون مدّ کی وجہ سے
سمندر کی بڑھتی ہوئی لہروں کی لپیٹ میں آ گیا۔ مگر سابقہ
مفسرین کی نگاہ مدّ و جزر کی کیفیت کی طرف نہ گئی۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سورۃ بقرہ کی آیت واذ فرقنا
...... الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن کریم
کے الفاظ سے ہرگز ثابت نہیں کہ سمندر کے دو ٹکڑے
ہو گئے تھے بلکہ قرآن کریم میں اس واقعہ کے متعلق دو لفظ

استعمال کئے گئے ہیں ایک فَرَقَ کا اور ایک اِنْفَلَقَ کا۔ جن کے معنی جُدا ہونے کے ہیں حضور لکھتے ہیں:۔

"پس قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق اِس واقعہ کی یہی تفصیل ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے گزرنے کے وقت سمندر جُدا ہوگیا تھا یعنی کنارہ سے ہٹ گیا تھا اور جو خشکی نکل آئی تھی اُس میں سے بنی اسرائیل گزر گئے تھے اور سمندر کے کناروں پر ایسا ہوجایا کرتا ہے۔"
(تفسیر کبیر جلد اوّل جزو اوّل صفحہ ۴۲)

حضور اقدس نے اِس خیال کی تائید میں سورۂ شعراء کی اِس آیت سے بھی استنباط کیا ہے کہ فکان کلّ فرقٍ کالطّودِ العظیم۔ اور فرمایا ہے کہ:۔

"اب ظاہر ہے کہ اگر قرآن کریم کا یہ منشاء ہوتا کہ اُس وقت سمندر دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا تو کُلّ کا لفظ جو نکرہ مفرد پر آتا ہے کبھی استعمال نہ ہوتا پس کُلّ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اُس موقعہ پر سمندر پھٹا نہ تھا بلکہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اور جیسا کہ ان سمندروں میں ہوتا ہے جن کے کناروں پر چھوٹے گڑھے پانیوں کے ہوتے ہیں۔ سمندر کے ہٹنے پر وہ پانی کے مواقع پانی سے بھرے رہتے ہیں اور ایسا ہی اُس وقت ہوا۔" (صفحہ ۴۲)

سورۂ دخان کی آیت واترك البحر رھواً سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کے جزر کے دوران میں واقع ہونے پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اگر "رھواً" کو "بحر" کا حال سمجھا جائے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ تو سمندر کو ترک کرتا ہوا ایسے وقت میں گزر جا کہ سمندر خاموش اور ساکن ہو۔ ظاہر ہے کہ کنارِ سمندر کا سکون و سکوت جزر کے وقت مدّ کی نسبت سے کہیں زیادہ ہوگا۔

(۶)

سابقہ شارحین نے اِس واقعہ کی تفاصیل کے سمجھنے میں جو غلطی کھائی تھی اس کی تصحیح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی فرمودہ تفسیر سے بالبداہت ہوجاتی ہے۔ ہمارے لئے یہ امر مزید تقویت کا باعث ہے کہ توراۃ کے نئے مترجمین بھی صفائی کے ساتھ اس کی تائید کرتے ہیں۔ ابھی مزید دیکھنا ہے کہ موجودہ ترجمہ توراۃ کے سابقہ تراجم کے ساتھ کہاں اتفاق اور کہاں کہاں بنیادی اختلافات رکھتا ہے۔ اور ان اختلافات کا یہودیت و عیسائیت کے عقائد پر کیا اثر پڑے گا+

قسط ۳

جنگِ بدر

(جناب مَلک محمد مُستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری)

کفارِ مکہ کے لشکر سے سب سے پہلے عُتبہ سپہ سالار معہ اپنے دو لڑکوں شیبہ اور ولید کے باہر نکلا اور مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کو قبول کیا۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی سُن رہے تھے اور احکام جاری کر رہے تھے یعنی کمانڈر فوج کے پاس تھا دُور نہ تھا جس سے سپاہ کی ڈھارس بندھی رہتی ہے اور کمانڈر بھی اپنے جوہر دکھا سکتا ہے، اپنی سکیم میں موقع کے مطابق رد و بدل کر سکتا ہے۔ آپؐ نے تین انصاری جوانوں کو آگے بڑھایا۔ مگر عُتبہ نے بڑے کبر و غرور سے اُن کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تو مکہ والوں سے لڑنے آئے ہیں ان زمینداروں سے نہیں۔ حضورؐ نے فوراً اپنے تین عزیزوں حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اب حضرتؐ نتائج سے بالکل بے پرواہ ہو کر نہایت مضبوط دل کے ساتھ حالات کا موازنہ کر رہے تھے۔ کیونکہ اب دو تدبیروں، دو ارادوں اور دو منصوبوں کا مقابلہ تھا۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرے قریشِ مکہ کا۔ اگر مقابلہ کے وقت کمانڈر کا دل گھبرایا یا نبض تیز ہوئی، پسینہ چھوٹا تو سمجھئے معاملہ ڈھیلا اور حال پتلا ہو گیا۔ مگر کیا مجال کہ حضورؐ کے جلال و وقار میں سرِ مُو بھی فرق آیا ہو۔ حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کر عتبہ کو تلوار پر لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ حضرت علیؓ نے شیبہ کو ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ مگر ولید نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر کے گرا دیا اور قریب تھا کہ ان کو شہید کر دیتا مگر حضرت علیؓ نے جرأت سے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ ولید کی لاش وہیں ٹھنڈی ہو گئی۔ اتنے میں قلبِ لشکر میں حرکت ہوئی، مدینہ کے دو انصاری لڑکے جو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے دائیں بائیں کھڑے تھے دشمن کی صف میں گھس گئے اور دُور تک بڑھتے چلے گئے حتّٰی کہ جہاں ابوجہل سواری پر بیٹھا تھا پہنچ گئے۔ یہ سب کچھ اس قدر جلدی اور آناً فاناً ہوا کہ ابوجہل کا اپنا لڑکا عکرمہ جو نہایت تجربہ کار بہادر جرنیل تھا اپنے باپ کی حفاظت نہ کر سکا اور ابوجہل زخمی ہو کر گھوڑے سے گر گیا۔ یہ زخم بہت گہرا تھا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور یہ کہتے ہوئے جان دیدی کہ "لَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِيْ" کاش مجھے ان مدینہ کے زمینداروں کے لڑکوں کے

علاوہ کوئی اور قتل کرتا۔ اور اس کی دوسری حسرت یہ تھی کہ اُس کی گردن ذرا لمبی رکھ کر کاٹی جاوے تا کہ پتہ چل سکے کہ وہ قوم کا سردار تھا۔ مگر یہ اُمید بھی اُس کی پوری نہ ہوئی۔ اِس طرح قریشِ مکہ کے چوٹی کے کمانڈر جلد ہی مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیئے۔ اور اب تک مسلمان اسی طرح خاموش مضبوطی سے صف باندھے کھڑے تھے کہ قریش نے اجتماعی حملہ کا حکم دے دیا۔ اور یہ اُن کی فوجی لحاظ سے بہت بڑی غلطی اور خطا تھی کیونکہ سردارانِ فوج کی موت کے صدمے سے لشکر کو ایسا دھکا لگا تھا کہ اس کو ٹھہر کر، سنبھل کر، سوچ کر، ڈھیل دیکر دوسرا قدم اُٹھانا چاہیئے تھا مگر فوری حملہ ان کی موت کا پیغام تھا۔ یہ مایوسی اور بے بسی کا اظہار تھا۔ دھوپ چمکنے لگی تھی، آندھی چلنا شروع ہو گئی۔ رُخ مسلمانوں کی طرف سے لشکرِ قریش کے سامنے کا تھا اسلئے آنکھیں کنکر، ریت اور خاردار جھاڑیوں کی وجہ سے پورا کام نہ کرتی تھیں۔ بارش سے زمین جو میدانی تھی پھسلن ہو گئی تھی اس لئے قریش کے گھوڑے اور اونٹ تیزی سے نقل و حرکت کے قابل نہ رہے تھے۔ لہذا تیز گامی کے معطل ہونے کی وجہ سے مؤثر حملہ نہ ہو سکتا تھا۔ ادھر مسلمانوں کے تیراندازوں نے نصرتِ الٰہی سے خوب فائدہ اُٹھایا اور حملہ آور لشکر کو پسپا کر دیا۔ اور اب مسلمانوں کی ہمت آزمائی کا وقت آ گیا تھا کہ جب لشکرِ قریش ٹکرا کر پیچھے پلٹا حضور نے بھانپ لیا کہ ان کا حوصلہ ٹوٹ گیا ہے اور مسلمان جو بدستور صف آرا تھے فوراً آگے بڑھ کر حکم دیا کہ حملہ کرو۔ مسلمانوں کی یہ جماعت بجلی کی طرح چمکی۔ آتش فشاں پہاڑ کی طرح لاوا برسانے لگی۔ تیرہ سالہ مواد جو پک کر اُبل رہا تھا سیلاب کی سی تیزی سے بہہ پڑا۔ حوصلے کی بلندی کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ان کے سامنے کوئی روک ایسی نہ رہی جو ہٹائی نہ جا سکے۔ انہوں نے اِس طرح خونریزی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا جس طرح کسان اپنی فصل کو کاٹتا ہے اور اس کی درانتی کے سامنے پودے گرتے چلے جاتے ہیں۔ آندھی سے مسلمانوں کی آنکھیں محفوظ تھیں۔ ریت پانی سے جم گئی تھی مسلمانوں کے پاؤں قریشی لشکر کی صفوں میں خوب جمتے تھے اور اُن کی قوت کو دوبالا کر رہے تھے۔ لشکرِ قریش بلا کمانڈر، بغیر لیڈر کب تک مقابلہ کرتا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کے دباؤ کی تاب نہ لا کر پسپا ہونے لگے۔ مسلمانوں کے لئے تو پیچھے مڑنا ہی محال تھا۔ وہ آگے بڑھے اور بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ لشکرِ قریش نے بھاگتے شکار کی طرح دُم اُٹھا دی اور مکہ کے رُخ پر راہِ فرار اختیار کی۔ اپنے مُردے اور قیدی سب پیچھے چھوڑ گئے اور پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی جرأت نہ کی۔ میدان خالی ہو گیا۔ چند گھنٹوں میں جنگ ختم ہو گئی۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ دشمن بھاگ گیا۔ قیدی پکڑے گئے۔ مقتولین کی تعداد ۷۰ تھی ۷۰ ہی قیدی تھے۔ مسلمانوں میں سے ۱۴ کو شہادت نصیب ہوئی تھی جن میں ۶ مہاجر اور ۸ انصار تھے۔ ۷۰ مقتولینِ مکہ میں ۲۴ سردار تھے۔ ان کا مال و اسباب بدستور میدانِ جنگ میں بکھرا پڑا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے تعاقب کی اجازت نہ دی اور تین دن تک میدانِ بدر میں قیام کیا۔ سردارانِ قریش کو ایک ہی جگہ ایک گڑھے میں دفن

کیا اور کسی کا مُثلہ نہ کیا گیا۔ اور شہید صحابہ کو بھی وہیں سپردِ خاک فرمایا۔ مُثلہ اس لئے نہ کیا گیا کہ حضورؐ کو اپنی قوم سے نہ عداوت تھی اور نہ آپ نے انتقام لیا تھا۔

تین دن زائد اس لئے قیام کیا گیا تا کہ ظاہر ہو کہ یہ فتح کسی حادثہ کا نتیجہ یا اچانک نہیں ہوئی تھی بلکہ کمر توڑ شکست تھی اور حوصلہ سے بھرے ہوئے مسلمانوں کی فتح تھی۔ یہ موقع تھا کہ اگر قریش کچھ دُور جا کر سوچ کر واپس لوٹنا چاہیں تو مسلمانوں کو موجود پائیں گے۔ تعاقب اس لئے نہ کیا گیا کہ وہ حضورؐ کے محبوب وطن کی جانب جا رہے تھے جہاں حضورؐ نے خود حکم ربانی سے ایک روز جانا تھا۔ نیز ان کے اعلیٰ سردار مر چکے تھے اسلئے ان میں لڑنے کی ہمت باقی نہ تھی۔ زیادہ خونریزی سے قوم کی تباہی تھی جس سے آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ یہ چودہ سردار جو قتل ہو چکے تھے وہ تھے جن کی اصلاح کی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ورنہ باقی سرداران قریش سب کے سب کچھ عرصہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ ابوسفیان، عکرمہ، خالد بن ولید، ابوالعاص وغیرہ سب ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ حضورؐ جانتے تھے کہ عرب کے ایک سردار کی موت قوم کے ماتم کیلئے کافی مصیبت تھی اور اب تو ۱۴ سردار اور ۵۶ دیگر اہل مکہ کام آئے تھے اسلئے گھر گھر ماتم کدہ بنتا نظر آرہا تھا اور اس امن کی بستی میں آہ و بکا سے کان پڑی آواز سُنائی نہ دے سکیگی۔ اس لئے آپؐ نے اہلِ مکہ پر رحم فرمایا کہ رسمِ مُثلہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جس سے اُن کی ذلت و رسوائی نہ ہوئی اور تعاقب کر کے

اپنی بھاگتی ہوئی قوم کی تحقیر برداشت نہ کر سکے قیدیوں کو کھانا اور پانی دوسرے لشکر کی مانند دیا گیا اور کوئی مالا یطاق تکلیف نہ دی گئی اور نہ ہی انکو قتل کیا گیا جیسا کہ عام رواج تھا۔ اس طرح آپؐ نے نئے نظام کا خاکہ پیش کیا۔

آپؐ کی وسعتِ نظر کی حد بندی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ آپؐ نے اس جنگ کو جہادِ صغیر سے تعبیر کیا۔ اور فرمایا کہ اب ہم جہادِ صغیر سے جہادِ کبیر کی طرف جا رہے ہیں۔ گویا یہ جنگ ضمنی طور آپؐ کی راہ میں حائل ہو گئی تھی اور اس روک کو دُور کرنا پڑا۔ ورنہ آپؐ جہادِ کبیر میں عدیم الفرصت تھے۔ اس جہادِ کبیر کو انگریزی میں 'غیر محدود جنگ' (Unlimited war) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپؐ نے اس جہادِ کبیر کا آغاز شروع وحی سے مکہ میں کیا اور تیرہ سال تک برابر اس میں مشغول رہے اور اپنے صحابہؓ کو اسی کی تلقین کی۔ یہ جہادِ کبیر کیا تھا؟ وہ آپؐ کا دنیاوی زندگی کے ہر شعبے پر حملہ تھا۔ آپؐ نے عرب کی تہذیب، عرب کے تمدن، عرب کی رسوم، عرب کے رواج، عرب کی زبان، عرب کی رہائش، عرب کے عقائد، عرب کی مصروفیات، عرب کی پسندیدگی، عرب کے لہو و لعب، عرب کے مشاغلِ عام، عرب کے شادی بیاہ، عرب کی پیدائش و موت، عرب کی عادت تحقیر لڑکی، وراثت، تجارت، کاروبار، اخلاق، تعلقاتِ ہمسایہ، فرائضِ شہری، آقا و غلام، مالک و مزدور، امیر و غریب، زمیندار و صناع، سپاہی و سیاستدان پر بیک وقت حکم ربانی کے مطابق

دھا وا بول دیا۔ اس میں کسی عذر کو بطور دفاع پیش نہیں کیا بلکہ خود جنگ کی طرح ڈالی اور آغاز کیا۔ اور یہی آپ کی بعثت کی غرض تھی۔ آپ نے صحابہؓ کو بھی اسی رنگ میں رنگین کر دیا اور سب نے مل کر ایسے نئے زمین و آسمان کی تخلیق شروع کر دی۔ کجا یہ وسعت عمل اور کجا قریش مکہ کی تنگ نظری۔ آپ کا یہ مستقل پروگرام جب تک تمام دنیا اس کو اپنا نہ لے اور اس کے زیر سایہ پناہ گزین نہ ہو جائے آپ خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے۔ اسی لئے آپ نے اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت ابو طالب کے مطالبہ پر کہا تھا کہ اگر میری قوم سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دے تب بھی میں اپنے فرض کی ادائیگی سے ہٹ نہیں سکتا۔ اس قول فیصل سے آپ کے اٹل اور پختہ لائحہ عمل کا پتہ لگ سکتا تھا مگر قریش کی کوتاہ بینی نے انہیں غور کا موقعہ نہ دیا۔

آپ کی غیر محدود جنگ کا مقابلہ قریش محدود جنگ سے کیسے کر سکتے تھے۔ حضورؐ کے لئے یہ ایک وقتی محاربہ اور شمشیر زنی تھی۔ ورنہ آپ اپنی غیر محدود جنگ میں سر تا پا مگن تھے۔

اس نشان دہی پر آنے والے دو دیدہ جرنیلوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ فرانس میں نپولین نے یورپ کا مقابلہ کیا اور کوئی طاقت اس کے سامنے ٹھہر نہ سکی۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ فرانس کی حالت کے پیش نظر وہ ایک محاذ پر جنگ کو محدود نہ کر سکتا تھا۔ اگر وہ پیچھے ہٹ رہا تھا تو دوسرے دن وہ دوسرے محاذ پر آگے بڑھتا تھا۔ اگر ایک مقام کو وہ فتح کرتا تھا تو دوسرے پر چڑھائی کا فوراً حکم دیتا تھا۔ اس کی زندگی ایک مسلسل لڑائی اور چڑھائی تھی۔

سلاطین کی قسمتوں کا فیصلہ جلد جلد اس کے ہاتھ پر ہو رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے بادشاہ اور ملک اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے تھے اور وہ شہنشاہ فرانس بن گیا۔ بہر حال اس کی فتوحات اور کامیابی کا راز اس امر میں مضمر تھا کہ وہ لڑتا اور لڑتا چلا جاتا۔ آج یہاں کل وہاں۔ نہ خود اسے قرار تھا نہ دوسرے کو آرام سے بیٹھنے دیتا تھا۔ اس غیر محدود جنگ کے پروگرام نے اس کو یورپ کیلئے معمہ بنا دیا تھا۔ لوگ اس کو سمجھ نہ سکتے تھے اور ہر میدان میں مقابلہ سے کتراتے اور لرزتے تھے۔ وہ بھی ایک انقلاب کا بانی تھا۔ میدان جنگ میں خود کمان کرتا تھا اور حالات کے مطابق تبدیلی کرتا جاتا تھا۔ دشمن کے پروگرام اور تدابیر کو اچانک حملہ اور ایسے طریق سے الٹنے پر مجبور کرتا تھا کہ وہ اس کے جال میں پھنس جاتا تھا اور شکست کھاتا تھا۔

جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کی اجتماعی حملہ کی لہر کو مسلمانوں سے ٹکرا کر واپس پلٹتے دیکھا آپ نے فوراً حملہ کا حکم دے دیا اور مسلمان قریش سے گتھم گتھا ہو گئے۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ جس کی کفار تاب نہ لا سکتے تھے۔ انہوں نے منہ موڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ مگر نپولین نے واٹرلو کے میدان میں اپنی شاہی محافظ فوج کو ضرورت سے زیادہ دیر تک روکے رکھا اور جب آخری حملہ کا حکم دیا تو اس وقت انگریزی فوج کی امداد کے لئے جرمن جرنیل بلوچیر تازہ دم رسالہ اور پیادہ فوج لے کر میدان میں اتر رہا تھا۔ اس نے فوری حملہ کیا اور نپولین کی تھکی ماندہ فوج جو تمام دن

فاتحانہ جنگ لڑتی رہی تھی اب اپنی ہزیمت کی پشیمانی پر سرنگوں ہو کر ہتھیار ڈال رہی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم فوج کی تعداد کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اُن کی صفات اور اُن کے اعمال کے بھروسہ پر لڑائی لڑی اور قلت وکثرت کے تخیل کو درمیان سے اٹھا دیا اور مزید طاقت آپؐ کے نصب العین شہادت اور غازی ہونے نے پیدا کی۔ ۱۳ سالہ ٹریننگ نے جو صبر و استقامت سکھایا تھا وہ کام آیا۔ اور دستور یہی ہے کہ جس قوم کو فنا ہونے کا خوف نہ ہو وہ اِس بے جگری سے لڑتی ہے کہ اس کا مقابلہ آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے حضورؐ نے اپنی دُعا میں فنا کو یاد کیا اور اس کے نتائج کا بھی ذکر فرمایا۔ مسلمانوں نے جب اپنے رسولؐ کو اِس گریہ کناں حالت میں دیکھا اور تشویش کے عالم میں پایا کہ آپؐ کے ہمراہی تھوڑے ہیں تو اُن کی قوت سہ گنا نہیں بلکہ دس گنا سے بڑھ گئی۔ وہ سب مل کر ایک دیوار کی مانند دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے کہ اُن کے دل گرم اور رُوح قربانی کے لئے بے قرار تھی۔ یہ ماحول دشمن کو میسر نہ تھا اسلئے حضورؐ نے تیرہ سال کی آہستہ "کولڈ وار" کو فوری اور اچانک "ہاٹ وار" میں تبدیل کر دیا اور یہ تبدیلی صحابہؓ کے مناسبِ حال تھی اور وہ بخوبی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔

<u>گزارش احوالِ واقعی</u>

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ

آئندہ پروگرام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساٹھ سال کی عمر ہونے پر اب مَیں صدر انجمن احمدیہ کے مقررہ کام سے اصطلاحی طور پر ریٹائر ہو رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے یکم مئی ۱۹۲۷ء سے باقاعدہ نظام کے ماتحت تبلیغِ اسلام و احمدیت کی توفیق بخشی۔ گو مَیں زمانہ طالبعلمی کے ابتداء ہی سے تحریر و تقریر کے ذریعہ اعلاءِ کلمۃ اسلام کی سعادت حاصل کرتا رہا ہوں۔ وذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

زندگی کے ایام و سنین کا اندازہ صرف خداوند علام الغیوب کو معلوم ہے۔ مَیں کچھ عرصہ سے اعصابی ضعف اور بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار بھی ہوں۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ تاہم ایک واقف زندگی کیلئے موت سے پہلے حقیقی ریٹائرمنٹ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے استاد حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ سبق ہمارے ذہنوں میں پوری طرح راسخ کر رکھا ہے اور میرے الدیز بزرگوار حضرت میاں امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے وقف کرتے ہوئے یہی وصیت فرمائی تھی۔ پس اب بھی مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بقیہ زندگی خدمتِ اسلام میں صرف کرنے کا عزم رکھتا ہوں البتہ حالات اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے زیادہ تر توجہ تالیف و تصنیف اور تفسیر قرآن کریم کی طرف ہوگی۔ اللّٰهم وفقنا لما تحب وترضىٰ۔

اِن سطور کے ذریعہ اپنے اہلِ دل اور مخلص احباب سے درد مندانہ اور مسلسل دعاؤں کے لئے التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت اور پورے صدق و خلوص سے خدمتِ دین کے بجالانے کی توفیق بخشتا رہے اور اپنے حضور قبول فرمائے۔ اللّٰهم آمین یا ربّ العالمین۔ (خاکسار ابو العطاء)

شذرات

۱۔ سوشل بائیکاٹ قانون کی نگاہ میں

اخبار "دعوت" کے ایک مضمون پر شیعہ رسالہ "المنتظر" لاہور نے لکھا ہے کہ:۔

"شیعوں سے بائیکاٹ کرنا عین اسلام سمجھ لیا گیا ہے اور اس طرح شیعوں کو نظر انداز کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔"

(المنتظر ۲۰ر دسمبر ۶۱ء)

اخبار "دعوت" نے اس پر لکھا ہے "سوشل بائیکاٹ کے الفاظ قانون کی نگاہ میں انتہائی سخت ہیں۔ احترام صحابہؓ کو خواہ مخواہ اپنے سے سوشل بائیکاٹ کا سبب قرار دینا شیعہ کی نہایت خطرناک جسارت ہے۔"

الفرقان:۔ مسلمان کہلانے والوں کو باہم رواداری کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے بلکہ اسلام تو اپنی روح کے لحاظ سے مذہبی طور پر ہر شخص سے رواداری کی تلقین فرماتا ہے خواہ وہ کسی عقیدہ کا قائل ہو۔

۲۔ "شیعہ و سنی علماء کو طوائفوں سے نکاح کرنے چاہئیں"

عنوان بالا کے تحت روزنامہ "امروز" ۸ ۱/۶۲ نے شائع کیا ہے کہ:۔

"مجلس وقار ملت کے سیکرٹری جنرل حیدر علی مرزا نے ملک کے ممتاز شیعہ و سنی مذہبی علماء سے اپیل کی ہے کہ وہ طوائفوں سے شادی کریں تاکہ عوام کو بھی تحریک ہو اور وہ ان بدقسمت عورتوں کو اپنے حلقہ زوجیت میں لینے پر رضامند ہو سکیں۔ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ طوائفوں کو باعزت زندگی بسر کرنے کی ہر کوئی تلقین کرتا ہے لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ راندۂ معاشرہ عورتیں ہمارے معاشرے کا جزو دوبارہ کیسے بنیں۔ چکلے بند کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ چکلے بند کرنا محض ان عورتوں کو معاشرے کا جزو تسلیم کرنے سے انکار کرنے کے مترادف ہے جس شخص کو آپ محض دھتکارتے رہیں اور سماج میں آبرومندانہ طریقہ پر دوبارہ بحال نہ کریں وہ اپنے بُرے اطوار کیسے چھوڑ سکتا ہے۔"

اس کے جواب میں احراری ماہنامہ "تبصرہ" لاہور کے مدیر صاحب نے "نیا مشورہ" کے عنوان سے لکھا ہے کہ "جنرل سیکرٹری صاحب (مجلس وقار ملت لاہور) شیعہ عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں ان کا یہ مشورہ بہت ہی پسند آیا۔ لیکن اگر وہ خود اس پر پہل کریں تو ممکن ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس پر غور کریں۔" (فروری ۱۹۶۲ء)

الفرقان :- ہم اس مشورہ اور جواب مشورہ کو بلا تبصرہ شائع کر رہے ہیں۔

۳۔ علماء کی تصاویر سے مسئلہ حل ہو گیا

رسالہ "معارفِ اسلام" لاہور رقمطراز ہے :-

" اگرچہ اہلِ حدیث میں تصویر کھنچوانا گناہ ہے اور شرک سمجھتے ہیں مگر اہلِ حدیث و دیوبندی علمائے کرام کے جو بعد از مرگ اخبارات میں فوٹو شائع ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عملاً تصویر کشی کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے گر اپنے معتقدین کے سامنے مجبوراً شرک کہتے رہے۔ اب یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ تصویر کا مسئلہ ان حضرات کے نزدیک بھی حل ہو گیا ..... خود اہلِ حدیث کے سرپرست اور راہنما شاہ نجد تصویریں اُتروا تے ہیں۔" (معارفِ اسلام جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۴)

الفرقان :- مقامِ مسرت ہے کہ خود ساختہ غلط اعتراضات خود بخود عملی طور پر غلط قرار پا رہے ہیں۔ اور شیعہ اور سُنی اسی صحیح مسلک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں جو اہلِ حق کا مسلک ہے۔

۴۔ مسیح موعود کی اُمّتی نبوّت اور اس کا انکار

تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ آنے والا مسیح موعود اگرچہ نئی شریعت نہیں لائے گا لیکن بہر حال اس کا مقام اُمّتی نبی کا مقام ہو گا۔ اب یہ سادہ سی بات ہے کہ مسیح موعود کی شخصیت کے بارے میں تو جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں میں نزاع ہے لیکن مسیح موعود کے مقام کے بارہ میں سب کا اتفاق اور اجماع ہے ظاہر ہے کہ آنے والے مسیح موعود کا انکار کرنے والے اتمامِ حجت کے بعد ضرور قابلِ مؤاخذہ قرار پائیں گے مگر انہیں قرآن مجید کے ماننے کا دعویٰ کرنے کی صورت میں یہودی اور عیسائی قرار دینا زیادتی ہو گی۔ مدیر "المنبر" لائلپور جو احمدیت کا معاندترین مخالف ہے لکھتا ہے :-

" مرزا غلام احمد قادیانی نبوّت کے مدعی تھے۔ اگر وہ واقعی خدا کے نبی ہیں تو اس دنیا میں بسنے والی پوری اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کی حیثیت ویسی ہو جاتی ہے جو مسلمانوں کے بالمقابل عیسائیوں اور یہودیوں کی ہے۔"

(المنبر یکم فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۶)

الفرقان :- ہم مسئلہ کی وضاحت سطورِ بالا میں کر چکے ہیں حضرت مرزا غلام قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے اور مسیح موعود کے اُمّتی نبی ہونے پر اُمّت کا اجماع ہے۔ (الفرقان کے گذشتہ نمبر میں اس موضوع پر ایک مستقل مضمون شائع ہو چکا ہے) اُمّتی نبی کا منکر قابلِ مؤاخذہ ضرور ہے لیکن خواہ مخواہ اسے عیسائی یا یہودی ٹھہرانا یہ مدیر المنبر کی اپنی سیاسی کارروائی ہے۔ ہمیں تعجب ہے کہ فاضل مدیر نے اس پہلو کو سراسر نظر انداز کر دیا کہ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ اُمّتی نبوّت میں صادق ہیں اور وہ اسلام کی اشاعت کیلئے

مامور ہوتے ہیں تو ہم سب کو ان کے ہم نوا ہو کر اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنا چاہیئے۔ افسوس کہ اپنی معاندت کے باعث انہوں نے اِس پہلو پر ذرا بھر توجہ نہیں دی۔ سچ ہے ؏

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

۵۔ منصبِ امامت کا انکار کفر و جاہلیت ہے

شیعہ رسالہ "پیامِ عمل" لکھتا ہے:۔

"منصب اولوالامر و امامت ایسا جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے کہ وحدانیت و رسالت کا اعتقاد رکھنے کے باوجود امام سے عدم معرفت کفر و جاہلیت ہے۔"

(جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۹)

الفرقان:۔ شیعہ مسلمانوں کا دوسرا بڑا فرقہ ہیں ان کا یہ اعتقاد بھی قابلِ توجہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک امام مہدی کے منکر کا کیا مقام ہے؟

۶۔ مسلمان کی انوکھی تعریف

مولوی عبدالستار صاحب نیازی لکھتے ہیں:۔

"کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ ہر مسئلہ میں جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم نہ کرے اور حضور سرورِ کائنات کی تعلیمات میں سے کسی کی تفسیر، تعبیر یا تاویل کا سوال پیدا ہو تو مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلہ کی پابندی کو اپنے لئے ضروری نہ سمجھے۔" (رسالہ تبصرہ لاہور مارچ ۱۹۶۲ء)

الفرقان:۔ یہاں تک حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو آخری حجت ماننے کا سوال ہے یہ نہایت معقول بات ہے کیونکہ یہ ختم نبوت کا درست مفہوم ہے لیکن تعریف کا دوسرا حصہ محض اختراع ہے۔ "تفسیر، تعبیر یا تاویل" میں اختلاف قرنِ اوّل سے ہوتا آیا ہے۔ اسی بناء پر قرآن پاک کی صدہا تفسیریں لکھی گئیں۔ ائمہ میں مسلک اور مذہب کا اختلاف ہوا۔ فرقے قائم ہوئے۔ اگر اس طرح سے ثبوت طور پر مسلمان کی تعریف کی جانے لگی تو پھر تو امتِ مرحومہ کا بیشتر حصہ غیر مسلم قرار پا جائے گا۔ صحابہؓ کے بعد اجماع کا دعویٰ ہی سراسر بے بنیاد ہے۔ نیازی صاحب بتائیں کہ وہ اہلحدیثوں کو مسلمان کہتے ہیں یا غیر مسلم؟ وہ اہلِ قرآن کو مسلمان مانتے ہیں یا نامسلمان؟ وہ دیوبندیوں کو مسلم سمجھتے ہیں یا غیر مسلم؟ وہ شیعوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں، کیا وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟

الغرض اس انوکھی تعریف سے تو مسلمانوں کا شیرازہ ہی بکھر جاتا ہے۔ گویا ؏

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے کبھی مباہلہ نہیں کیا

اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء دعائے مباہلہ پر مشتمل تھا

{ذیل میں اس چٹھی کا عنوان بالا سے متعلقہ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو خاکسار نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ کے قیام سیالکوٹ کے عرصہ میں ۲۲ ہے کو اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر کے نام لکھی تھی ——— (ابوالعطاء)}

مکرمی جناب پروفیسر ... صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے ہوا کرتا ہے۔

(۱)

پرسوں مورخہ ۲۱ ہے کو مکرم خواجہ عبد الرحمٰن صاحب ڈھینگیدار کے مکان پر آپ سے تعارف ہوا تھا جبکہ آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء درباره مولوی ثناء اللہ صاحب پر خاکسار سے گفتگو کی تھی۔ آپ کو واضح طور پر یہ بات بتا دی گئی تھی کہ یہ دعائے فیصلہ بطور **دعائے مباہلہ** شائع ہوئی ہے۔ خود اس اشتہار میں لکھا ہے کہ یہ کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے فیصلہ چاہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا عنوان **"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"** تجویز فرمایا ہے۔ لفظ "ساتھ" بوضاحت بتا رہا ہے کہ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب بطور پارٹی ہیں اور ان کا اس طریق فیصلہ کے ساتھ متفق ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے اشتہار کے آخر میں مولوی صاحب سے کہا گیا ہے کہ اس اشتہار کو اپنے اخبار اہلحدیث میں چھاپ دیں اور اس سلسلہ میں جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرما دیگا۔ گویا اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی اندرونی شہادت بھی یہی تھی کہ یہ دعائے مباہلہ ہے اور مباہلہ فریقین کی رضامندی

(۲)

جناب پروفیسر صاحب! آپ کی خدمت میں اس موقع پر اس اشتہار کے دعائے مباہلہ ہونے پر مندرجہ ذیل بیرونی ثبوت بھی پیش کئے گئے تھے:-

(۱) مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود لکھا ہے کہ "کرشن قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا" (مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۵)۔

گفتگو کے وقت اس واضح اعتراف پر آپ کو بہت پریشان ہونا پڑا تھا۔ آپ نے ایک دفعہ یہ کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ غلط لکھا ہے وہ کوئی نبی اور رسول ہے؟ پھر گھبرا کر آپ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ مرقع قادیانی میں یہ فقرہ موجود ہی نہیں مگر جب میں نے چیلنج کیا کہ لکھ دیں کہ اگر مرقع قادیانی میں یہ فقرہ نکل آیا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا تو آپ بالکل لاجواب ہو گئے تھے اور لکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

(۲) دوسرا ثبوت یہ پیش کیا گیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنے اخبار اہلحدیث میں نقل کرنے کے بعد جواب میں یہ لکھا ہے

کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔" (اخبار اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء) گویا مولوی صاحب نے اس دعائے مباہلہ کو قبول نہ کیا اور مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ حضرت مرزا صاحب کے اس طرح دعائے مباہلہ شائع کرنے پر ان الفاظ میں اعتراض بھی کیا کہ "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔"

(۳) خود حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنا مذہب اس سلسلہ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ سچے کی زندگی میں صرف مباہلہ کرنیوالے مکذب ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"کیا یہ کسی نبی، ولی، قطب، غوث کے زمانہ میں ہوا کہ اس کے سب اعداء مر گئے ہوں بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں۔"

(اخبار الحکم ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

(۴) حضرت مرزا صاحبؑ نے ۱۹۰۲ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق پُرزور الفاظ میں اعلان فرمایا تھا کہ "اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مرینگے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷)

گویا مباہلہ نہ کرنے کی صورت میں عام قانون کے طور پر بھی اور حضرت مرزا صاحبؑ کے اس خاص اعلان کی بنا پر بھی مولوی ثناء اللہ صاحب کا حضرت مرزا صاحبؑ کے بعد زندہ رہنا ضروری تھا جیسا کہ مباہلہ کرنے کی صورت میں مولوی صاحب کا پہلے مرجانا ضروری تھا۔ اب واقع یوں ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی دعوتِ مباہلہ (اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء) کو ماننے سے انکار کر دیا اور مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ اپنے نائب ایڈیٹر کی طرف سے آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں یہ معیار شائع کیا کہ "خدا تعالیٰ جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں۔" (اہلحدیث ۲۶ر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ حاشیہ) مولوی صاحب نے بعد ازاں اس معیار کے متعلق لکھا "مَیں اس کو صحیح جانتا ہوں۔" (اہلحدیث ۳۱ر جولائی ۱۹۰۸ء)

جناب پروفیسر صاحب! آپ پر یہ بھی واضح کر دیا گیا تھا کہ جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباہلہ نہیں کیا تو ان کا حضرت مرزا صاحبؑ کے بعد زندہ رہنا حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف پیش نہیں ہو سکتا کیونکہ مولوی صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔" (مرقع قادیانی بابت اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

(۳)

جناب پروفیسر صاحب! آپ ان دلائل کا اس مجلس میں کوئی جواب نہیں دے سکے تھے بار بار صرف اشتہار کی عبارت پڑھتے رہے۔ اس موقع پر آپ نے آیات بھی غلط پڑھیں، اردو کے الفاظ بھی غلط پڑھے۔ جب آپ کو صحیح آیات بتائی گئیں تو آپ نے یہ مضحکہ خیز معذرت کی تھی کہ مَیں نے عربی کا ایم۔اے نہیں کیا اسلامیات کا ایم۔اے کیا ہے۔ بہرحال اس موقع پر آپ کی حالت قابلِ دید اور قابلِ رحم تھی مگر مجھے یہ معلوم کر کے بہت حیرت ہوئی کہ آپ نے بالکل لاجواب ہونے کے باوجود اپنی کلاس کے طلباء میں

فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی کے طریق کو ابھی تک ترک نہیں کیا بلکہ وہاں پر احمدی اور غیر احمدی طلباء کے درمیان منافرت انگیزی کے لئے ان کے سامنے آج یہ کہا ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی میں "عربیت کی لفظی اور صرف و نحو کی بے شمار غلطیاں ہیں۔"

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو شخص قرآنی آیات تک صحیح نہیں پڑھ سکتا وہ قصیدہ اعجازیہ کی غلطیوں کا مدعی بن رہا ہے اور طلباء کو محض اپنی استادی کی بناء پر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ صحیح طریق یہ تھا کہ اوّل تو آپ اپنے علماء کو اس قصیدہ کے مقابلہ پر قصیدہ لکھنے کے لئے آمادہ کرتے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تھا اور آپ نے عیسائی پادریوں اور آریہ پنڈتوں کے رٹ لگانے کی طرح کہ قرآن مجید میں صرفی نحوی غلطیاں ہیں محض یہی رٹ لگانی تھی تو آپ سلسلہ احمدیہ کے کسی عالم کے سامنے اپنے شکوک پیش کرتے تا ان کا ازالہ کیا جاتا۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اوّل تو مولوی ثناء اللہ صاحب والے معاملہ پر (اگر آپ کی تسلی نہیں ہوئی) تحریری طور پر تبادلہ خیالات کر لیں نیز اعجاز احمدی کے متعلق آپ کو جو اعتراض ہو یا اس میں جو آپ کو غلطی نظر آئے اُسے پیش کر کے بھی تحریری طور پر وضاحت کرا لیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ناواقف غیر احمدی علماء کی پیش کردہ غلطیوں کا کتابی صورت میں مفصل جواب تنویر الابصار نامی مشہور کتاب میں دیا جا چکا ہے جو آج تک لاجواب ہے اسے بھی ملاحظہ فرما لیں۔

(۴)

میرا خیال ہے کہ اگر آپ صحیح طور پر سلسلہ احمدیہ کی تحقیق کریں اور سلسلہ کا لٹریچر براہ راست پڑھیں صرف معاندین سلسلہ کی مخالفانہ کتابوں یا پاکٹ بکوں پر انحصار نہ کریں اور خدا ترسی سے کام لیں تو آپ حق کو بآسانی پا سکتے ہیں۔ چار مسائل میں ہمارا اصل اختلاف محدود ہے :-

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور موت۔

(۲) قرآن مجید میں منسوخ آیات کا ہونا یا نہ ہونا۔

(۳) اُمّتی اور غیر تشریعی نبوت کا اُمّت میں جاری ہونا۔

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت۔

ان چار مسائل پر تحقیق کی نظر سے آپ تحریری طور پر بھی تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں اور خود سیالکوٹ میں ہمارے سلسلہ کے انچارج مربی موجود ہیں آپ ان سے مل کر بھی اپنے علم میں اضافہ فرما سکتے ہیں۔"

وفات پانیوالے معاونین خاص

رسالہ الفرقان کی دس سالہ خریداری میں حصہ لینے والے احباب میں سے قریب عرصہ میں مندرجہ ذیل بزرگ اور بھائی وفات پا گئے ہیں انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

۱۔ سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

۲۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ

۳۔ جناب مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانوی جڑانوالہ

۴۔ جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد لاہور

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

چند ایمان افروز واقعات

(۱) حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک مرتبہ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس امام نے پوچھا حضرت آپ کام کاج تو کچھ کرتے نہیں روٹی کہاں سے کھاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا ذرا ٹھہرو مجھے نماز لوٹا دینے دو جو میں نے تمہارے پیچھے پڑھی ہے۔ کیونکہ جس امام کو یہ علم نہ ہو کہ رزاق کون ہے؟ اس کی اقتدا جائز نہیں۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ اقتدار میں ایک عرب کا اونٹ مرگیا۔ اس نے سن رکھا تھا کہ بیت المال سے خلیفۂ وقت ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دور دراز کا سفر طے کرکے مدینہ منورہ پہنچا اور سیدھا حضرت علیؓ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ حضرت امام حسینؓ گھر پر موجود تھے۔ انہوں نے اس بدو کا خیر مقدم کیا اور اس کے استفسار پر بتایا کہ امیر المومنین کسی کام سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے اس عرب کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور خود اس کے لئے کھانا لینے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ مہمان عرب کے لئے پُر تکلف کھانا تیار کر کے لائے۔ اور اس کے سامنے دستر خوان چن دیا۔ وہ عرب بولا میں اس وقت تک یہ کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے اس غریب شخص کو اپنے ساتھ نہ بٹھا لوں گا جو سوکھی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا وہ میرے والد امیر المومنین حضرت علیؓ ہیں۔ ان کا یہی دستور ہے کہ وہ خشک روٹی کھاتے ہیں۔

(۳) ایک دفعہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفۂ وقت نے طلب کیا اور حکم دیا کہ آپ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ یہ عہدہ قبول کروں۔

خلیفۂ وقت بولے تم جھوٹ کہتے ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فوراً جواب دیا جھوٹا شخص تو قاضی کے عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اُسے قاضی القضاۃ بنا دیا جائے۔

خلیفہ یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

(۴) حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ ایک روز جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ کیلئے کسی مجبوری کے تحت دیر سے تشریف لائے۔ جب بیٹھے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خطیب مسجد شہنشاہ کے منتظر بیٹھے ہیں اور نماز کا وقت گزر چکا ہے۔ شہنشاہ نے واپس پہنچ کر پہلا کام یہ کیا کہ اس خطیب کو برطرف کر دیا۔ آپ نے فیصلہ میں فرمایا جو امام احکام خداوندی کے مقابلہ میں آدابِ شاہی کا خیال رکھے وہ اس قابل نہیں کہ امام کے عہدے پر فائز رہے۔

[illegible] (ماخوذ)

کلکتہ کے حالیہ فسادات میں سکھوں کا رویہ

(گورمکھی روزنامہ اجیت جالندھر سے ترجمہ ۔ مترجم جناب عباد اللہ صاحب گیانی)

جالندھر سے شائع ہونے والے روزنامہ اخبار "اجیت" نے کلکتہ روزانہ اخبار "دیش درپن" کے حوالہ سے اپنی ۲۳ جنوری ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ :-

"کلکتہ کی اس گڑبڑ کے دوران میں پنجابیوں خاص کر سکھوں نے جو رول ادا کیا ہے اس کی ہر عقلمند تعریف کرے گا۔ سکھوں کی یہ پالیسی سکھی روایات اور اصول کے مطابق درست ہے کیونکہ خالصہ پہلے بھی کسی مظلوم پر حملہ نہیں کرتا۔ خالصہ کی تلوار ظلم کرنے کے لئے نہیں، بلکہ ظلم کو روکنے کے لئے ہے۔ مگر کلکتہ کے سکھوں کے اس اعلیٰ اور بلند کردار کا مطلب وہاں کے ایک فرقہ کے بعض لوگوں نے اُور ہی لیا ہے اور بعض سر پھرے لوگوں کی طرف سے اس قسم کی دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں کہ چونکہ سکھوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا اس لئے وہ بعد میں سکھوں سے بھی نپٹ لیں گے۔

اس قسم کی واہیات باتیں بزدل اور کمزور لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔ جن لوگوں کا اپنا کوئی بلند اور اعلیٰ اصول نہیں ہوتا ایسے لوگ ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ کہنے سے دریغ نہیں کرتے مگر جب کام نکل جائے تو پھر آنکھیں دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی باتیں سن کر تکلیف تو ضرور ہوگی مگر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بہادر لوگ بڑی سے بڑی قربانی کر کے بھی اپنی شاندار روایات کو قائم رکھا کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم اپنے بھائیوں کو ایک بات ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ گورو صاحب نے خالصہ جی کو سنت سپاہی بنایا ہے۔ جہاں سکھ ایک سنت ہے وہاں اس کا اسی طرح ہتھیار بند رہنا بھی ضروری ہے تاکہ کوئی ایرا غیرا یونہی گلے نہ پڑ جائے۔ اگر وہ گلے پڑنا چاہے تو اسے خالصہ ہر وقت تیار بر تیار نظر آئے۔"

(روزنامہ اجیت جالندھر ۲۳ جنوری ۶۴ء
بحوالہ "دیش درپن" کلکتہ)

"مجلسِ تردیدِ عیسائیت"

[یہ مجلس ایک خاص نصب العین، "کسرِ صلیب" یعنی ابطالِ نصرانیت کے پیشِ نظر قائم ہوئی ہے۔ متعدد احباب نے اس کی رکنیت قبول کرتے ہوئے بعض اہم پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ کام بہت وسیع اور تعمیری ہے۔ اس میں کسی قسم کی جارحیت کا رنگ نہیں ہوگا تاہم واضح دلائل سے اسلام کا دینِ حق اور موجودہ عیسائیت کا دینِ باطل ہونا ثابت کیا جائے گا۔ ذیل میں صرف تین خط شائع کئے جاتے ہیں —— (ایڈیٹر)]

(۱) جناب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد پشاور سے لکھتے ہیں :-

" الفرقان کے ماہ جنوری کے الشورع میں "مجلس تردید عیسائیت" کے قیام کا اعلان آپ نے فرمایا ہے۔ یہ نہایت ہی اہم اور مبارک کام ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا ایک بنیادی کام کسرِ صلیب بتلایا گیا تھا اور حقیقتاً یہ کام حضورؑ ہی کے پیش کردہ علم کلام سے ہو سکتا ہے اسلئے اس مجلس کے ذریعہ حضورؑ کے کسرِ صلیب کے متعلق تمام کلام کو یکجائی صورت میں پیش کرنا مفید رہے گا۔ عیسائیت کا ابطال آپ نے عقلی اور نقلی رنگ میں کیا ہے اسلئے دونوں قسم کے دلائل مختصر رنگ میں شائع کرنے مفید رہیں گے۔ امید ہے آپ اس سلسلہ میں طریقِ کار کا اعلان رسالہ میں فرمادیں گے۔ بہرحال لائق خدمت کے لئے میرا نام بھی درج فرمالیں۔"

(۲) جناب قریشی عبدالرشید صاحب پلیڈر لاہور تحریر فرماتے ہیں :-

" آپ کی تجویز مجلس تردید عیسائیت نظر سے گزری۔ مقصد بہت عمدہ اور قابلِ ستائش ہے۔ حالات اس کا تقاضہ کر رہے ہیں مگر میری رائے میں "تردید عیسائیت" کے لفظ سے مناظرے کا رنگ ٹپکتا ہے۔ بہتر ہے کہ کوئی اور نام رکھا جائے۔ نیز مجوزہ علمی کام کے دائرہ کو وسیع رکھا جائے۔ میرا مطلب ہے کہ ریسرچ کے کام کو صرف عیسائیت تک محدود نہ رکھا جائے۔ بہتر ہوگا کہ اکیڈمی کی بنیاد رکھ کر کام کریں۔ نام یا الفرقان اکیڈمی رکھ لیں یا کسی بزرگ کے نام پر بشیر اکیڈمی یا اسحاق اکیڈمی رکھ لیں۔ بہرصورت اس علمی مجلس کو جو بھی نام دیں خاکسار کا نام اس کے خادموں میں درج فرمالیں۔"

(۳) جناب ملک عزیز احمد صاحب آف راولپنڈی تحریر فرماتے ہیں :-

" میرا نام برائے "مجلس تردید عیسائیت" درج کرلیں مگر مولانا دیکھئے تو کہ بغیر چندہ کے کس طرح کام ہوگا۔ کچھ نہ کچھ تو چندہ ضرور چاہیئے۔ ممکن ہے شروع میں اسکی ضرورت نہ پڑے مگر آخرکار کتب و رسائل کی اشاعت کے لئے مالی ضرورت پڑے گی اور اس غرض کے لئے خاکسار کا تعاون آپ سے انشاء اللہ ضرور ہوگا۔"

الفرقان کے خاص معاونین کے لئے تحریک دعا

مندرجہ ذیل بزرگوں اور احباب نے الفرقان کی دس سالہ خریداری منظور فرما کر امداد فرمائی ہے احباب بھی ان کے لئے دعا فرمادیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ (ایڈیٹر)

ربوہ دار الہجرت

- سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
- حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ
- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
- حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
- حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی
- جناب چوہدری محمد شریف صاحب خالد ایم۔ اے
- جناب رفیق احمد صاحب ثاقب ایم۔ ایس سی
- جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم۔ اے غانا
- جناب چوہدری یحییٰ حسن صاحب باجوہ
- جناب ڈاکٹر محمد جی صاحب ہیلتھ آفیسر
- جناب قریشی عبد الرشید صاحب بی اے ایل ایل بی
- جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب سابق مبلغ افریقہ

قادیان دار الامان

- حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت
- جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
- جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم
- جناب چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے
- جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب
- جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب
- جناب سید تہامت علی صاحب مدا ہتہ زنن

- جناب حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری
- جناب مسعود احمد صاحب ایمن شاہجہانپوری
- جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب آئی سپیشلسٹ
- جناب ڈاکٹر عطر دین صاحب
- جناب حکیم چوہدری بدر دین صاحب عامل
- جناب چوہدری منور علی صاحب فوٹو گرافر
- جناب عبید اللہ صاحب فانی
- جناب چوہدری عبد القدیر صاحب

ضلع جھنگ

- جناب میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت
- جناب ملک محمد حیات صاحب نسوآنہ
- جناب چوہدری عبد الحلیم خان صاحب فاضل
- جناب حافظ مبارک علی خان صاحب
  ولد احمد علی خان صاحب چنیوٹ

ضلع سرگودھا

- جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت
- جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب
- جناب چوہدری جلال الدین صاحب چک ۳۵ جنوبی
- جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ
- جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب آڑھتی
- جناب میجر شمیم احمد صاحب جوہر آباد

ضلع لاہور

- جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت
- جناب شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج ہائی کورٹ
- جناب چوہدری محمد شفیع صاحب کمیشن ایجنٹ پتوکی
- جناب خواجہ محمد شریف صاحب برانڈرتھ روڈ
- جناب امیر الدین صاحب رتن باغ
- جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور
- جناب چوہدری فتح محمد صاحب لاہور ریکسیٹ ٹرانسپورٹ
- جناب محمد ابراہیم صاحب ریامن ریڈیو سروس
- جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ
- جناب چوہدری نور احمد خان صاحب گوالمنڈی
- جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ
- جناب چوہدری عبد الحکیم خان صاحب میکلوڈ روڈ
- جناب سردار بشیر احمد صاحب ایس، ڈی، او
- جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ
- جناب چوہدری عبد الحمید صاحب ماڈل ٹاؤن
- جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم، بی بی، ایس
- جناب ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی
- جناب حافظ عبد الکریم صاحب فضل
- جناب محمد عثمان صاحب لکشمی مینشن
- جناب ایس، یو شیخ صاحب کوٹرہ
  مینجنگ ڈائریکٹر کوٹرہ کمپنی لمیٹڈ
- جناب حکیم سراج الدین صاحب بھاٹی گیٹ
- جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ
- جناب مسٹر اے اے بھٹی صاحب مال روڈ
- جناب شیخ بشیر احمد فضل احمد صاحبان سمن آباد
- جناب رشید احمد صاحب ملک
- جناب صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب
- جناب خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب
- جناب مرزا عبد الرحمٰن صاحب ناصر مرحوم
- جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد
- جناب ماسٹر حسن دین صاحب راوی پارک
- جناب چوہدری مفضل الرحمٰن صاحب مال روڈ
- جناب شیخ بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار
- جناب چوہدری عزیز احمد صاحب ریٹائرڈ جج
- جناب عبد الرشید صاحب افریقی جسونت بلڈنگ
- جناب چوہدری منور لطف اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ
- جناب حضرت اللہ پاشا صاحب ایم، اے
- جناب خواجہ امیر بخش صاحب آف آسٹریلیا
- جناب چوہدری منور احمد صاحب مال روڈ

راولپنڈی

- جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب چھاؤنی
- جناب شیخ غلام جیلانی صاحب کالج روڈ
- جناب صوفی محمد شفیع صاحب صدر
- جناب چوہدری میجر عزیز احمد صاحب

• جناب کیپٹن اے۔ کیو۔ زیڈ احمد صاحب
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں حیات محمد صاحب
• جناب کیپٹن محمد اسحٰق صاحب مری روڈ
• جناب محمد یونس صاحب فاروق سٹیلائٹ ٹاؤن
• جناب رفیق احمد صاحب دہلوی نیا محلہ
• جناب محی الدین صاحب بابا رود ازروڈ
• جناب سید مقبول احمد صاحب ڈلہوزی روڈ
• جناب سید منظور علی صاحب سٹیلائٹ ٹاؤن
• جناب ملک مظفر احمد صاحب کالج روڈ
• جناب ایم۔ اے غنی صاحب بی۔ اے
• جناب ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب خاکی بی اے
• جناب قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی
• جناب قاضی عبد السلام صاحب بھٹی آف نیروبی
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ
• جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

ضلع ملتان

• جناب ملک عمر علی احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ۔
• جناب ڈاکٹر عبد الکریم صاحب
• جناب پیر نصیر احمد صاحب ریڈیو فورمین
• جناب چوہدری عبد الحفیظ صاحب ایڈووکیٹ
• جناب ماسٹر نواب دین صاحب ایم۔ اے
• جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس بورے والہ۔
• جناب شیخ محمد اسلم محمد سلیم صاحبان کمیشن ایجنٹ دنیا پور
• جناب چوہدری منور احمد خاں صاحب حرم گیٹ
• جناب چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب اومیگا ریڈیو کمپنی
• جناب شیخ محمد منیر صاحب احمدی۔ دنیا پور
• جناب حکیم انور حسین محمود احمد صاحبان دواخانہ دار الشفاء خانیوال
• جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب حسین آگاہی
• جناب چوہدری عبد اللطیف صاحب
• جناب بشارت احمد صاحب باجوہ اوورسیر پیراں غائب
• جناب شیخ عبد الغفور صاحب پٹواری نہر

ضلع شیخوپورہ

• جناب چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ
• جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد انبالوی
• جناب حافظ عبد الواحد صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
• جناب ڈاکٹر عمر الدین صاحب زون ملیریا آفیسر

ضلع گوجرانوالہ

• جناب عبد الرحمٰن صاحب صابر مینیجر سنگر مشین کمپنی۔
• جناب میاں برکت علی، غلام احمد صاحبان وزیر آباد۔
• جناب چوہدری محمد شریف صاحب فیروز والہ
• جناب میاں محمد شریف صاحب باغبانپورہ
• جناب چوہدری عبد الحمید صاحب تھانہ بازار
• جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب ہاگورا وزیر آباد۔
• جناب چوہدری مقبول احمد صاحب انسپکٹر ریلوے
• جناب سید سجاد حید صاحب قانونگو (ربوہ)
• جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب اینڈ برادرز وزیر آباد۔
• جناب میاں محمد خاں اکبر علی صاحبان وزیر آباد
• جناب میاں عنایت اللہ صاحب فاروق نظام آباد۔
• جناب ملک منظور احمد صاحب لاہوری گیٹ وزیر آباد۔
• جناب میاں قمر الدین صاحب کھوکھر مرحوم گوجرانوالہ
• جناب چوہدری پیر محمد صاحب ہیڈ کلرک
• جناب چوہدری عزیز اللہ خاں صاحب

ضلع جہلم

• جناب سیٹھی خلیل الرحمٰن صاحب حسین محلہ
• جناب سیٹھی عبد الحق صاحب مین بازار
• جناب حوالدار مبارک احمد صاحب چکوال

ضلع گجرات

• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گجرات
• جناب چوہدری عبد المالک صاحب شاہد کھاریاں۔
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبد العزیز صاحب منڈی بہاؤ الدین۔
• جناب مرزا صفدر جنگ ہمایوں صاحب ملکوال

ضلع سیالکوٹ

• تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں بذریعہ جناب ابو القاسم الدین صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ
• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ
• جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب
• جناب چوہدری عبد الستار صاحب درگانوالی
• جناب محمد علی صاحب ڈسپنسر کوٹ نینا
• جناب میاں سلطان احمد خاں صاحب منڈیکی گورایہ۔
• جناب چوہدری غلام حسین صاحب گوہدپور
• جناب خواجہ عبد الرحمٰن صاحب ٹھیکیدار
• جناب چوہدری خالد سیف اللہ خاں صاحب
• جناب میجر چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ
• جناب رانا عبد الحمید خاں صاحب کنجروڑ

کوئٹہ

• جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب شیخ کریم بخش صاحب مرحوم
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب جناح روڈ
• جناب شیخ عبد الاحد صاحب تاجر
• مجلس خدام الاحمدیہ شارع فاطمہ جناح
• جناب الحاج خلیفہ عبد الرحمٰن صاحب
• جناب ماسٹر عبد الکریم صاحب
• جناب محمد عبد الحق صاحب جنجوعہ میڈیکل ہال
• احمدیہ پبلک لائبریری شارع فاطمہ جناح
• جناب خان عبد الوحید خان صاحب

• جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب ڈی۔ پی ایچ
• جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خان صاحب
• جناب سید قربان حسین شاہ صاحب
• جناب چوہدری محمود احمد صاحب
• جناب عطاء الرحمٰن خان صاحب مفتی روڈ

اضلاع سابق صوبہ سندھ

• جناب چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور
• جناب میر احمد خان صاحب ناصر خانپور
• جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس باندھی
• جناب محمد عبداللہ صاحب " "
• جناب علاؤ الدین صاحب گوٹھ علاؤ الدین
• جناب چوہدری عطاء محمد صاحب گوٹھ امام بخش
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب
• جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب
• جناب چوہدری برکت علی صاحب
گوٹھ سردار محمد پنجابی۔
جناب حاجی کریم بخش صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب ڈاکٹر فقیر محمد صاحب
• جناب رئیس عبدالحمید صاحب باندھی
• جناب چوہدری صادق احمد صاحب دریاخان مری
• جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب نواب شاہ
• جناب سیٹھ محمد دین صاحب مرحوم
• جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
پریذیڈنٹ نواب شاہ
• جناب چوہدری نتھے خان صاحب

• جناب چوہدری غلام رسول صاحب
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی
امیر جماعت احمدیہ میرپور خاص۔
• جناب بابو عبدالغفار صاحب حیدرآباد
• مجلس خدام الاحمدیہ گوٹھ جمالی پور
• جناب چوہدری شاہ دین صاحب
گوٹھ شاہ دین۔
• جناب فضل الرحمٰن خان صاحب
زیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد۔
• جناب ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب رحیم آباد
• جناب چوہدری فضل احمد صاحب
پریذیڈنٹ جماعت رحیم یار خان
• جناب حاجی قمر الدین صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب کنڈیاری
• جناب مولوی عبدالحق صاحب "
• جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب
ڈیرہ نواب شاہ
• جناب چوہدری محمد اکرام صاحب شاہ لطیف آباد

بہاولپور

• جناب عزیز محمد خان صاحب بہاولپور
• جناب مولوی غلام نبی صاحب ایاز
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب اختر

کراچی

• جناب شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب مرزا محمد بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ

• جناب ملک مبارک احمد صاحب
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کاٹھی والے
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب فردوس کالونی
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب منیر
• جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب طاہر
• محترمہ والدہ صاحبہ شیخ محمد رفیق صاحب
ایشو افریقن کمپنی کراچی۔
• جناب حافظ عبدالغفور صاحب ناصر
• جناب چوہدری محمد خالد صاحب
• جناب چوہدری مسعود احمد صاحب تو رشید
• جناب شیخ عبدالحفیظ صاحب ۱۲ مارکیٹ روڈ
• جناب محمد شریف صاحب چغتائی۔
• محترمہ انور سلطانہ صاحبہ بیگم ایم۔ اے ارشاد صاحب
• جناب عبدالرزاق صاحب مہتہ
• جناب عبدالقاسم صاحب بنگالی
• جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے لاہور
• جناب مولوی صدر الدین احمد صاحب
• محترمہ حمیدہ بیگم اہلیہ مولوی صدرالدین احمد صاحب
• جناب میجر محمد عبداللہ صاحب مہار
• جناب ملک رشید احمد صاحب بندر روڈ
• جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب
• جناب چوہدری شاہنواز خان صاحب
شاہنواز لمیٹڈ۔
• جناب چوہدری احمد مختار صاحب المختار لمیٹڈ
• جناب چوہدری آفتاب احمد خان صاحب وکٹوریہ روڈ

• جناب چوہدری احمد جان صاحب اکبر منزل
• جناب میجر عبداللطیف صاحب مالیر کینٹ
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب ڈرائیور
• جناب عبدالرحیم صاحب مدہوش مارٹن روڈ
• جناب مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی نائب امیر جماعت
• جناب بشیر احمد صاحب ڈرائیور
• جناب حاجی شیخ رشید احمد صاحب
• جناب مرزا محمد رفیق صاحب چغتائی ناظم آباد
• جناب مرزا عبدالوحید صاحب لیاری کوارٹرز
• محترمہ انور بیگم صاحبہ اہلیہ فضل حق خان صاحب
• جناب ملک منیر احمد صاحب قیصر سینما
• جناب سعید احمد خان صاحب

بہاولنگر

• جناب چوہدری غلام مصطفےٰ، احمدالدین صاحبان
چک 184/7-R۔
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب گرداور
سوڈا بستی۔
• جناب چوہدری غلام قادر صاحب کمیشن ایجنٹ
• جناب چوہدری علم الدین صاحب "
ہارون آباد۔
• جناب مولوی محمد شفیع صاحب دکاندار چک 166/7-R
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب چک 103/6-R
• جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب باجوہ ہارون آباد

پشاور

• جناب محمد سعید احمد صاحب نشتر آباد

- جناب الحاج نوابزادہ محمد امین خان صاحب بنوں
- جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب فاضل پشاور۔

لائلپور

- جناب صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب
- جناب مبارک علی صاحب راجباہ روڈ
- جناب مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانوی مرحوم جڑانوالہ۔
- جناب شیخ الحاج عبداللطیف صاحب
- جناب رانا محمد نعیم صاحب لدرانا چراغدین صاحب چک ۲۹۲ گ۔ب۔

دیگر اضلاع

- جناب چوہدری محمد شریف صاحب امیر جماعت منٹگمری
- جناب ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ ″
- جناب شیخ محمد صاحب کول ریفائنری اسٹیٹ
- جناب سید بشیر احمد شاہ صاحب مانسہرہ
- جناب سردار امیر محمد خان صاحب قیصرانی ڈیرہ غازیخان۔
- جناب سید حسین شاہ صاحب
- جناب قاضی برکت اللہ صاحب ایم۔اے سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج میرپور آزاد کشمیر
- جناب ڈاکٹر مرزا عبدالروف صاحب کیمبل پور
- جناب میجر حمید احمد صاحب کلیم میرپور آزاد کشمیر

مشرقی پاکستان

- جناب مولوی ابوالصلاح محمد صاحب بی اے امیر جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان
- جناب ایس، ایم حسن صاحب ڈھاکہ
- جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب خادم بخشی بازار روڈ ڈھاکہ
- جناب محمد سلیمان صاحب ڈھاکہ
- جناب مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب محمود نگر
- جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ
- جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ڈی، پی، ایچ نارائن گنج۔
- جناب شیخ عبدالحمید صاحب ڈھاکہ
- جناب چوہدری سیف اللہ خان صاحب سیفی
- جناب ملا محمد فضل کریم صاحب
- جناب چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں نارائن گنج
- جناب چوہدری عزیز احمد صاحب شاہسنوا لمیٹڈ ڈھاکہ
- جناب ملک محمد طفیل صاحب ڈھاکہ
- جناب محمد حبیب اللہ صاحب نارائن گنج
- جناب شیخ ظفر احمد صاحب میاں اینڈ کمپنی ڈھاکہ
- جناب سید میجر ضیاء الحسن صاحب چٹاگانگ
- جناب چوہدری احسان اللہ صاحب ″
- جناب میاں محمد انور، ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان چٹاگانگ۔
- جناب احمد علاؤ الدین چٹاگانگ
- محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ ″
- جناب محمد اسحاق صاحب قریشی ″
- جناب سید سہیل احمد صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر ڈھاکہ۔

بھارت

- جناب مولانا محمد سلیم صاحب کلکتہ
- جناب مولانا بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ
- جناب میاں محمد حسین صاحب ″
- جناب فضل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پٹنہ
- جناب کمال الدین صاحب مدراس
- جناب محمد عبداللہ صاحب بی۔ایس سی ایل ایل بی۔ حیدرآباد۔
- جناب مولوی سراج الحق صاحب حیدرآباد دکن
- جناب صدیق امیر علی صاحب مالابار
- جناب میاں محمد عمر صاحب پنجاب ہاؤس کلکتہ
- جناب میاں محمد بشیر صاحب سہگل ″
- جناب سیٹھ محمد الیاس صاحب حیدرآباد دکن
- جناب مولوی محمد شمس الدین صاحب کلکتہ
- جناب سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ
- جناب بابو تاج دین صاحب سرینگر
- جناب سید بشیر الدین صاحب کلکتہ
- جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب ″
- جناب محمد مجید صاحب سولیجہ کانپور
- جناب محمد عبدالغنی صاحب چنتہ کنٹہ

لنڈن

- جناب چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب مولوی فاضل۔
- جناب خان بشیر احمد صاحب رفیق نائب امام مسجد لنڈن۔

دیگر ممالک

- جناب صالح الشبیبی النہدی صاحب سورابایا۔انڈونیشیا۔
- محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم صالح الشبیبی صاحب۔
- جناب چوہدری نذیر احمد صاحب ایم ایس سی کماسی۔غانا۔
- جناب مسٹر محمد ناظم خان صاحب غوری مشرقی افریقہ
- جناب افتخار احمد صاحب ایاز یوگنڈا
- جناب ایم۔اے ظفر صاحب ایم۔بی بی ایس ٹابورہ۔ٹانگانیکا۔
- جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر روز ہل۔ماریشس حال ربوہ۔
- جناب چوہدری عبدالستار صاحب کویت
- جناب ایم۔اے ہاشمی صاحب ″
- جناب سید عبدالرحمٰن صاحب امریکہ
- احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا۔
- جناب حکیم طاہر محمد صاحب سنگاپور۔ ملایا۔
- جناب عبدالعزیز رحمٰن بخش صاحب امریکہ
- جناب ایم۔ او۔ اے نعیم صاحب نیروبی ایسٹ افریقہ۔
- جناب ڈاکٹر ایس۔ اے لطیف صاحب عدن

(طابع و ناشر: ابوالعطاء جالندھری نے مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ کے مقام اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ)

اس کتاب میں مودودی صاحب کے کتابچہ ''ختم نبوت'' کا مکمل اور ٹھوس جواب دیا گیا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت پر ہر لحاظ سے سیرحاصل بحث کی گئی ہے۔ نادر حوالہ جات کا قیمتی مجموعہ ہے جو خوبصورت گرد پوش کے ساتھ اب کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

صفحات ۲۵۶ — قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

Monthly "AL-FURQAN" Rabwah

Regd. No. L 5708 **MARCH 1964**

Title Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.